وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے (سورۃ القمر)

جلد 11	شمارہ 12	ربیع الاوّل 1439ھ	دسمبر 2017ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400روپے، قیمت فی شمارہ 40روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو، گزشتہ چند ہفتوں کی اہم خبریں......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فکرِ اقبال کی رشنی میں نظام تعلیم کے خدوخال	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	13
5	مصور پاکستان اور حب رسول ﷺ......	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	25
6	مقدس شخصیات کی توہین، مذہبی دہشت گردی......	محمد زاہد سعید بھٹہ	34
7	نیولبرل ازم، سرمادارانہ نظام کی بدترین قسم	عمر ابراہیم	37
8	محسن انسانیت نبیٔ رحمت ﷺ	محمد منظور انور	42
9	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان (4)	حافظ مختار احمد گوندل	47
	رپورٹ، کلامِ اقبال باترنم اور تحت اللفظ......		57
	آئینۂ حکمت بالغہ 2017ء		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الکوثر آیات 3، رکوع 1

یہ سورۃ مبارکہ تین آیات پر مشتمل ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت دی ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے یعنی آپ کو دنیا و آخرت کی بے انتہا خیروں اور بے شمار نعمتوں سے نواز دیا ہے (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی خوبیاں بھی شامل ہیں اور نبوت، قرآن، علم و حکمت کی عظیم نعمتیں بھی اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا دین (نظام) عطا ہوا جس میں تمام عالم میں پھیل جانے اور ہمیشہ پھیلتے ہی چلے جانے کی صلاحیت ہے اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چودہ سو سال سے دنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک بلند ہوتا رہے گا اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنی دعوت کو انتہائی کامیاب دیکھ لیا اور آپ کے ہاتھوں سے ایسی جماعت تیار ہو گئی جو دنیا پر چھا جانے کی طاقت رکھتی تھی اور یہ بھی کہ نہ صرف مسلمانوں کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کروڑوں کی تعداد میں ایسی روحانی اولاد عطا ہوئی جس کو آپ کی نسبت پر فخر ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو وہ جسمانی اولاد بھی عطا ہوئی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے جس کا سارا سرمایۂ افتخار ہی حضور سے اس کا انتساب ہے۔ یہ وہ چند نعمتیں ہیں جن کا دنیا میں مشاہدہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کوثر سے مراد وہ عظیم نعمتیں بھی ہیں جو آخرت میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گا جن کی خبر

حضور ﷺ نے دی ہے کہ ایک حوضِ کوثر ہے جو قیامت کے دن میدانِ محشر میں حضور ﷺ کو عطا ہوگا اور دوسری نہر کوثر جنت میں آپ کو عطا ہوگی)۔ دوسری آیت میں آپ ﷺ کو اس نعمت پر ربّ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کے لیے دو چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے: ایک نماز اور دوسری قربانی۔ نماز جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں یہ خاص امتیاز رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا مشرک اور بت پرست لوگوں کے خلاف ایک جہاد ہے کہ وہ بتوں کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ اور تیسری آیت میں بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں اور آپ سے عداوت رکھنے والوں ہی کی جڑ کٹ جائے گی اور وہی بے نام ونشان ہوں گے۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○

(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ○

آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○

کچھ شک نہیں کہ آپ کا دشمن ہی بے اولا درہے گا

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان (وعدہ) حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہر مخلص اور سچے اُمتی کے لیے بھی ہے جو دینِ متین کی اشاعت و نفاذ میں جان و مال سے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے اور اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کا دھندلا اور مدھم سا عکس بھی پیش کرتا ہے، ان شاء اللہ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

1

.... قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟ فَقُلْنَا اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَاِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّی عَزَّوَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِی يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ، فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ، فَأَقُولُ: رَبِّ، اِنَّهُ مِنْ أُمَّتِی فَيَقُولُ: مَا تَدْرِی مَا أَحْدَثَ بَعْدَكَ

(مسلم، عن انس رضی اللہ عنہ)

............آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اُس پر بہت خیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری اُمت وارد ہوگی، جس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، کچھ لوگ اس سے کھینچ کر ہٹادیے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے اُمتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام گھڑ لیے تھے۔

گزشتہ چند ہفتوں کی اہم خبریں
اور
نظریۂ پاکستان کی آنکھ سے
تذکرہ وتبصرہ

انجینئر مختار فاروقی

1

سابق وزیراعظم جناب میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب کی غیرتِ ایمانی کو سلام

ن لیگ کی حکومت کے موجودہ دور میں اُمت مسلمہ کے واضح، دوٹوک اور متفقہ مسئلے کے خلاف قادیانیت نوازی کے کئی اقدامات کیے گئے، جن میں سب سے نمایاں اور اہم قدم پارلیمنٹ سے ترمیم کے ذریعے خاموشی سے ایک آئینی ضرورت یعنی ممبر پارلیمنٹ کے مسلمان ہونے اور قادیانیت (یعنی مرزا غلام احمد آف قادیان کے دین) سے اعلانِ لاتعلقی و بیزاری کے لیے 'حلف نامہ' کو 'اقرار نامہ' سے بدل دینے کی صورت میں سامنے آیا۔ اس مسئلے پر اُمت مسلمہ پاکستان میں جو ہلچل پیدا ہوئی اور اب ایک دھرنے کی صورت میں قلب پاکستان اسلام آباد میں عالمی میڈیا کی توجہ کا مرکز ہے اور یوں مسلمانانِ پاکستان کے دل کی آواز مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔ تاہم قومی اسمبلی کے اندر میر ظفر اللہ جمالی صاحب سابق وزیراعظم پاکستان، نے جس جرأت سے سب سے پہلے اس قانون کے تجویز کرنے والوں، ڈرافٹ کرنے والوں اور پاس کرنے والوں کو تنقید کا نشانہ بنایا، اس سے اعلانِ لاتعلقی کیا، اسمبلی کی بدقسمتی کا رونا رویا، اپنی ہی پارٹی کے ایک ترمیمی بل کے

خلاف واک آؤٹ کیا اور اسمبلی سیٹ سے استعفیٰ دے دیا ــــ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ ہم ان سطور میں جناب ظفر اللہ جمالی صاحب کی غیرتِ اسلامی کو سلام پیش کرتے ہیں۔
https://www.pakistantoday.com.pk/2017/10/13/zafarullah-jamali-parts-ways-with-pml-n-resigns-from-assembly-seat/

2

شمالی کوریا کے صدر پر امریکی صدر ٹرمپ کی
'بونا' اور 'موٹا' ہونے کی اہانت آمیز تنقید پر
شمالی کوریا کی اعلیٰ عدالت کا ٹرمپ کے لیے سزائے موت کا اعلان

ہم یہاں شمالی کوریا (نظریاتی اختلاف کے باوجود) کی عدالت اور عوام کو ایک زندہ قوم ہونے کا ثبوت دینے کے اقدام پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں مختلف ممالک ہیں اور ان میں کئی طرح کے نظریات کے لوگ آباد ہیں۔ نظریاتی ریاستیں اور نظریاتی لوگ ہی زندہ قوم کہلانے کی مستحق ہوتی ہیں۔ جو قومیں دوسروں کے نظریات کے تحت زندگی گزارتی ہیں اور غیروں کی تہذیب، غیروں کا تمدن، غیروں کا لائف سٹائل، غیروں کی زبان اور غیروں کی زبان میں پرائمری سے تعلیم اور غیروں کے نظریات پر مبنی نظامِ تعلیم کی حامل ہوتی ہیں وہ زندہ نہیں، غلام قومیں ہوتی ہیں۔ (ہر قوم اور) ہر ملک اپنے نظریات کے تحت ملکی قوانین بناتا ہے اور اپنے نظریے کے مطابق ملکی معاملات چلاتا ہے کسی دوسرے کو پسند ہوں یا نہ ہوں۔

ہر قوم کے اپنے ملک میں اپنے اکابرین اور نظریاتی رہنماؤں کی اہانت اور تذلیل پر سخت سزاؤں (بعض اوقات سزائے موت) کے قوانین ہوتے ہیں جس سے اس نظریہ میں حرارت اور جذبہ برقرار رہتا ہے۔

شمالی کوریا کی عدالت نے امریکی صدر ٹرمپ کے اپنے صدر KIM JONG-UN کے بارے میں اہانت آمیز لہجے اور الفاظ پر بروقت گرفت کر کے اور ملکی قانون کے مطابق خدائی کے دعویدار، فرعونِ وقت امریکی صدر کو سزائے موت سنا کر جس جرأت کا مظاہرہ کیا ہے ہمارے نزدیک یہ فیصلہ شمالی کوریا کے عوام کا اپنے لیڈر سے اظہارِ عقیدت ہے۔ اپنے نظریاتی تشخص کا

نشان ہے اور اس سے والہانہ محبت کی دلیل ہے۔

اے کاش! پاکستان کی اشرافیہ، عدلیہ اور پارلیمنٹ بھی نظریۂ پاکستان، فکرِ اقبال اور ختم نبوت کے بارے میں ایسا ہی رویہ اپنا کر اپنے ملک، نظریہ (اسلام) اور بانیانِ پاکستان کے فکر سے ہم آہنگی کا ثبوت پیش کر سکیں۔ آمین۔

3

اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم سے توہین رسالت

نام نہاد اقوامِ متحدہ کے فورم پر امریکی نمائندے کی پیغمبر اسلام (ﷺ) کی توہین یعنی ختم نبوت کے قانون کے خاتمہ کا مطالبہ اور پاکستانی نمائندوں اور مسلم ممالک کے مندوبوں (وزیر خارجہ خواجہ آصف سمیت تمام پاکستانی مندوب اور دیگر مسلم ممالک کے رہنماؤں) کا وہاں موجود رہنا اور جواب نہ دینا ـــــ ہماری خودی کی موت، غیرتِ ایمانی کا خاتمہ اور یقیناً 'خاموشی نیم رضا' کے مصداق 'تعاون علی الاثم والعدوان' کا واضح ثبوت ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ انسان ہر فورم پر اپنی مرضی کے سپیکر بُلا کر اپنی پسند کے مطابق اظہارِ خیال کرانے پر قادر نہیں ہے اور ایسا ممکن بھی نہیں مگر یہ بات بادنیٰ تامّل سمجھ آ سکتی ہے کہ اگر کسی فورم پر انسان کے مزاج، نظریہ اور مذہب کے خلاف بیان ہو تو پھر انسان کو اس پر اپنا احتجاج لازماً ریکارڈ کرانا چاہیے ورنہ آپ کے نقطۂ نظر کو جانچنے کا کوئی اور ممکن طریقہ نہیں ہے کہ آپ کا نظریہ کچھ اور ہے اور وہاں کچھ اور کہا جا رہا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ O (68:06)

"اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں اور اگر (یہ بات) شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو"۔

اللہ تعالیٰ نے ناگزیر انسانی عوارض اور SHORTCOMINGS کا خیال فرمایا

ہے کہ اگر انسان ایسے موقع پر اظہارِ خیال کرنے والے کو روک نہیں سکتا تو کم از کم وہاں سے اُٹھ جانا چاہیے۔ اگر انسان ایسی محافل (اور اجلاسوں) میں سے WALK OUT نہیں کرسکتا تو پھر باہر آ کر اختلاف کا اظہار بے معنی ہے۔ امریکی نمائندے کے UNO کے اجلاس میں خطاب میں پاکستان سے ختم نبوت کے متعلق قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت ہے۔ UNO کے چارٹر میں ہے کہ کسی ملک کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

عالمی مغربی صہیونی استعمار کے ہتھکنڈوں میں U N O کا ادارہ بھی ایک OPERATIONAL TOOL ہے اور اس کے ذریعے یہ استعمار اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہا ہے۔ مسئلہ کشمیر کو ستر سال سے لٹکا رکھا ہے۔ پاکستان بھی اس معاملے میں امریکی ثالثی پر تیار ہے مگر 'ثالث' نے اپنا مافی الضمیر سامنے رکھ دیا ہے ایک طرف اس موقع پر پاکستان اور بھارت کے مابین کشمیری عوام کے حق میں اُن کے 'حق خود ارادیت' کی قرارداد از سرِ نو منظور کی گئی۔ یہ ایک CARROT دے کر ساتھ STICK کی پالیسی کے تحت 'ختم نبوت کے قانون کا خاتمہ' مطالبہ کر دیا گیا کہ پاکستان اگر مسئلہ کشمیر حل کرانا چاہتا ہے تو ملک میں کم از کم 'ختم نبوت' سے متعلق قانون کو ختم کرے۔ کشمیری مسلمانوں کے لیے ایسی آزادی پر ہزار لعنت۔ بقول اقبال

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

یہ خسارے کا سودا مسلمانانِ پاکستان اور کشمیری مسلمانوں سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کو قبول نہیں ہے۔ اس موقع پر پاکستان کے وزیر خارجہ، مستقل مندوب اور دیگر اسلامی ممالک کے نمائندوں کی خاموشی __ اُمت مسلمہ کی بے حمیّتی اور بے غیرتی کی نشاندہی کرتی ہے۔ بقول اقبال

مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام ہے جس کا، گئی ...... کے گھر سے

پاکستان کو امریکی مندوب کے اس شانِ رسالت میں توہین آمیز بیان کے لیے UNO کا فورم استعمال کرنے پر UNO سے علیحدگی کی دھمکی دینی چاہیے۔

4

ستر کروڑ ڈالر کی امریکی امداد

اور ختم نبوّت سے متعلق قانون کے خاتمہ کا مطالبہ

اصل میں دو ISSUES نہیں، ایک ہی ISSUE کے دو رُخ ہیں

امریکی دوستی کی تاریخ میں پاکستان نے کتنا کھویا؟ اور کیا کھویا؟ اس کا حساب تو مستقبل کا مؤرّخ ہی لکھے گا۔ مگر ہمارے نزدیک مسلسل انکار کے بعد امریکی صدر کی طرف سے پاکستان کے لیے 70 کروڑ ڈالر (70 ارب پاکستانی روپے) کی امداد (کئی دیگر شرائط کو از خود ختم کر کے) اور ختم نبوت کے قانون کے خاتمے کا مطالبہ بیک وقت ہونا کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔

ہماری سوچ کے مطابق امریکہ نے اس غیرت کُش مطالبے کے عوض پاکستان (اور پاکستان کی عوام) کو یہ رقم ADVANCE PAYMENT کی ہے تاکہ پاکستان کے حکام کوئی بہانہ نہ بنا سکیں اور معاہدہ پر عمل درآمد (UNDER THE TABLE) طے ہو کر یقینی بنایا جا سکے۔

موجودہ حکومت کا حالیہ آئینی ترامیم میں اسی سمت میں چھوٹا سا اِقدام، ختم نبوت کے قانون پر ہاتھ ڈالنے کے اقدامات کی شروعات کا اشارہ تھا۔ (جو عوامی دباؤ اور مسلمانانِ پاکستان کی بیداری کی وجہ سے ترمیم واپس لے لی گئی اور حلف نامہ فوراً بحال کر دیا گیا۔ واللہ اعلم)

اس سلسلے میں صدر پاکستان آگے بڑھ کر وزیر اعظم اور ملک کی معروف سیاسی و مذہبی جماعتوں کا ایک قومی اجلاس بلا کر اس مسئلے پر قوم کو اعتماد میں لیں اور متفقہ موقف دیں کہ یہ مطالبہ نہ اب نہ ائندہ کبھی پورا ہو سکے گا۔ ورنہ قوم کے تحت الشعور میں شکوک وشبہات پرورش پاتے رہیں گے۔ ان شکوک وشبہات کا بروقت اور فوری ازالہ از حد ضروری ہے۔

5

ختم نبوّت کے قانون کے خاتمہ کا امریکی مندوب کی طرف سے مطالبہ اور ہماری اعلیٰ عدلیہ

قارئین کرام! کسی قانون کے خاتمے کا مطالبہ ـــــ اس قانون کے تحت مذکور بعض

جرائم کی کھلے عام اجازت مانگنے کے مترادف ہے۔ 'قتل کی سزا' کا قانون ختم کرنے کا مطلب ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ اس سے ملک میں قتل و غارت عام ہو جائے گی، انارکی اور طوائف الملوکی پھیل جائے گی اور ملک کے وجود کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔

بعینہٖ اسی طرح ختم نبوت سے متعلق قانون کے خاتمے کا مطلب ملک میں جھوٹے نبیوں کی فصل اُگانے اور ان کے ذریعے عالم اسلام میں مغربی ایجنڈے کے تحت بے دینی، خدا بیزاری، وحی دشمنی، اسلام دشمنی اور محمد ﷺ دشمنی کو عام کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرنا ہے جس سے باہمی جنگ و جدال ہوگا۔

ہماری گزارش ہے کہ اس مطالبے کے زہریلے اور مہلک اثرات کو محسوس کیا جانا چاہیے اور ہماری اعلیٰ عدلیہ کو شمالی کوریا کی اعلیٰ عدلیہ کے اپنے صدر کے لیے توہین آمیز جملوں پر امریکی صدر ٹرمپ کے لیے 'سزائے موت' کا فیصلہ دینے کی طرح ہمارے حکمرانوں، بانیانِ پاکستان اور دیگر قومی شخصیات سے کہیں اعلیٰ و ارفع حضرت محمد ﷺ کی توہین پر امریکی مندوب کے خلاف توہین رسالت کی قانونی کارروائی کر کے (اس مندوب کے لیے) سزا سنائی جانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے سابق چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا 17 اپریل 2006ء کا ایک مختصر فیصلہ ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ فیصلے کے الفاظ یہ ہیں: ORDER

> **Const P. 4/2006** After hearing learned counsel for the petitioner and learned Attorney General of Pakistan, we are of the opinion that the police should register the case on the complaint of the petitioner u/s 295-C within the jurisdiction where the petitioner permanently resides.

لہٰذا ـــــ درخواست ہے کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ خود اختیاری حکم دے کر اس 'جرم' کی FIR کٹوائے اور ملکی قانون کے مطابق اس پر جلد از جلد فیصلہ سنائے تاکہ کوئی شخص دوبارہ اس طرح کا مطالبہ نہ کر سکے۔ بقول اقبال

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

6

رابطہ عالم اسلامی (جدّہ) کا نیویارک میں ٹرمپ کی زیرِ صدارت اجلاس اور ___ امام کعبہ کا بیان

ماہِ ستمبر کے اواخر میں UNO کے سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں، اکثر ممالک کی اہم شخصیات نیویارک میں جمع ہوتی ہیں۔ اس سال اس موقع پر رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس نیویارک میں ہوا جس میں سعودی عرب کی اہم شخصیات کے علاوہ امریکی صدر ٹرمپ نے بھی شرکت کی۔ وہاں کے ایجنڈے اور فیصلوں کے بارے میں زیادہ معلومات پریس میں نہیں آئیں۔ تاہم اس موقع پر امام کعبہ شیخ السدیس (اللہ اسے اس بیان سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے) نے ایک اخباری بیان دیا جو انگریزی پریس میں نظر سے گزرا۔

> Moreover, he went on to pray for the success of President Trump saying "praise be to God that the US President and our King are leading the world to the ports of security and prosperity." The Imam said this during a visit to New York in an interview with Saudi TV channel "Al Akhbariya." Saudias had been there for a two day conference arranged by the World Muslim League titled "Civilizational communication between the United -States of America and the Islamic World. (Pakistan to day, 2-10-17)

ہمیں اس صورتِ حال پر تشویش ہے۔ اللہ کرے کہ رابطہ عالم اسلامی کے اس اجلاس میں ایسی باتیں طے نہ ہوئی ہوں جو اس بیان سے جھلک رہی ہیں اور جس کی صدائے بازگشت سعودی عرب میں معاشی استحکام کے نام پر اقدامات سے نظر آ رہی ہے۔

حرم میں مسلمان امامِ کعبہ کی اقتداء میں صف آراء ہوتے ہیں اور امام کعبہ نے ٹرمپ کی اقتداء میں باقی زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد، کجا ماند مسلمانی

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنَا رُشْدَنَا وَاَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

فکرِ اقبال کی روشنی میں
نظامِ تعلیم کے خدوخال

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی
ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی لاہور

قرآن اکیڈمی جھنگ میں 23/اپریل 2017ء کو منعقد ہونے والے ایک اہم سیمینار بعنوان: ''فکرِ اقبال کی روشنی میں (21ویں صدی میں ایک جدید اسلامی نظریاتی فلاحی عوامی ریاست) پاکستان کے نظامِ تعلیم کے خدوخال'' میں مہمان مقرر جناب پروفیسر ڈاکٹر طاہر حمید تنولی صاحب (لاہور) نے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جناب صدرِ مجلس اور اربابِ علم و دانش اور حاضرینِ محفل! میں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور قرآن اکیڈمی جھنگ کا، جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کا اور ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب کا کہ اتنی وقیع مجلس میں آنے کا مجھے موقع دیا گیا کہ میں یہاں اہل علم و دانش سے کچھ سیکھ سکوں اور کچھ اپنی معروضات بھی آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب ماشاء اللہ بہت متحرک اور ایک درد و سوز اور معاشرے کی بہتری کا ایک جذبہ رکھنے والی شخصیت ہیں۔ جن کی تحریروں سے ہم بہت کچھ INSPIRATION لیتے اور سیکھتے رہتے ہیں اور انھوں نے جن سرگرمیوں کا آغاز کر رکھا ہے اللہ ان میں بہت برکت دے۔ بلاشبہ معاشرے میں ایسے ہی تبدیلی آتی ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے اور جذبہ اور اخلاص بہت سی دیگر کمیوں کو پورا کر دیتا ہے۔ ہماری تعلیم میں ایسی بہت سی کوششیں ہوئی ہیں جن کا VOLUME دیکھنے میں

بڑا کم تھا لیکن جس یقین کے ساتھ اور جس جذبے کی جدت کے ساتھ ان کاوشوں کا آغاز ہوا وہ آخر میں بہت بڑی تبدیلی کا باعث بنیں۔ آج کا موضوع بہت ہی PRACTICAL اور بہت ہی RELEVANT ہے اور معاصر حالات کے تناظر میں بہت ہی معنی خیز ہے کہ اس اکیسویں صدی میں جس تعلیمی نظام کو ہم نے لے کے چلنا ہے، فکرِ اقبال کی روشنی میں اُسے کیا ہونا چاہیے؟

حاضرین مجلس! جناب ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے بہت ہی وقیع خیالات ہمارے سامنے رکھے ہیں جس میں سوچنے کا سامان بھی ہے اور کرنے کے اقدامات بھی ہے۔ چند ایک طالب علمانہ گزارشات میں بھی پیش کروں گا۔

عرض یہ ہے کہ علامہ اقبال کی فکر اور سوچ بہت اہم ہے اور اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ اگر ہم نے اپنی قوم کو بنانا ہے تو اس قوم کی تعمیر کا راستہ صرف اقبال ہی کا راستہ ہے۔ ہمارے پاس تعمیر زندگی کی، حالات کو سمجھنے کی، بطور تہذیب کے اپنے آپ کو آگے لے کر چلنے کی، فکر اقبال کے علاوہ کوئی ایسی سبیل موجود نہیں ہے جہاں ہمیں ہمارے سوالات کا جواب ملتا ہو، جہاں ہمارے مسائل کا ہمیں ایک قابل فہم حل ملتا ہو۔ یہ تو طے ہے۔ اور یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ اگر ہم اقبال کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اقبال سے پہلے کے زمانے میں ہیں اور تہذیبی طور پر، سیاسی طور پر اور ملّی طور پر آج سے ڈیڑھ دو سو سال پیچھے رہ کر سوچ رہے ہیں اگر ہم اقبال کو ردّ کر کے مستقبل میں قدم رکھتے ہیں تو ہم بہت ہی فکری پسماندگی کے ساتھ قدم رکھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جس مسئلے کو انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے ہمارے سامنے رکھا ہے وہ یہ کہ HOW IT IS POSSIBLE یہ ممکن کیسے ہے؟ بہت سی دیگر باتوں کے علاوہ ایک بڑی بنیادی بات جس کی طرف ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ آنے والے دور یعنی مستقبل میں ہمارا کوئی MEANING FULL کردار ہو تو ہمیں نسلِ نو کے نظامِ تربیت کے ذریعے نسل نو کے شعور میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرنی ہے، وہ تبدیلی یہ ہے کہ ہم نے انھیں مقصدیّت سے آشنا کرنا ہے۔ ہم نے انھیں ان کے منصب کا احساس دلانا ہے۔ جب تک ہم یہ نہیں کر لیتے اس وقت تک ہمارا مقصد پورا نہیں ہوگا اور ہم جو کچھ بھی کرتے چلے جائیں وہ سارے کا سارا COSMETICS رہ جائے گا، یہ RITUAL کی حد

تک رہ جائے گا اس سے کوئی واضح تاثیر نہیں ہوگی۔

جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ ہم نے نسل نو کے اندر ایک مقصدیت پیدا کرنی ہے، انھیں ان کے منصب سے آشنا کرنا ہے (پاکستان کا قیام ایک بہت بڑے مقصد کے لیے ہوا ہے۔ ہمارے بانیان کے پیش نظر بہت بڑا مقصد تھا۔) تو حاضرین مجلس! جب نسل نو کے شعور میں اُس مقصد کا احساس پیدا کر دیا جائے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم منزل کی طرف چل پڑے ہیں۔ پاکستان کا قیام کس مقصد کے لیے ہوا؟ بہت سارے حوالے ہیں جو یہاں بیان کیے جا سکتے ہیں، میں یہاں ایک حوالہ دینا چاہوں گا۔ جب قرار دادِ پاکستان منظور ہوگئی اور برصغیر کی مسلمان سیاسی قیادت نے اپنی منزل کا تعین کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا تو ہم جانتے ہیں 1942-43 کے اندر قائداعظم نے ایک کمیٹی قائم کی تھی جس کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ اُس MANIFESTO کے خدوخال کو طے کریں جس کے تحت آنے والی ریاست نے وجود میں آنا ہے۔ جب اس کمیٹی نے وہ MANIFESTO تشکیل دیا تو اس میں بہت سی باتیں تھیں لیکن میں دو باتوں کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گا۔ ایک تو یہ کہ اس ریاست کا مستقبل میں نظریاتی تشخص کیا ہوگا، اس کی IDEOLOGY کیا ہوگی۔ اگر آپ اس کے ڈرافٹ کو دیکھیں۔ بعد میں ایک مختصر کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے سربراہ علامہ راغب الاحسن تھے اور انھوں نے ساٹھ صفحات پر مشتمل اس MANIFESTO کا ایک خلاصہ تیار کیا تھا جو لیاقت علی خان کو پیش کیا گیا تھا تا کہ وہ قائداعظم کو بریف کر سکیں کہ یہ MANIFESTO کیا بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک CHAPTER تھا کہ اس کی IDEOLOGY کیا ہوگی؟ اس کا فیصلہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ اس ریاست کی IDEOLOGY فکر اقبال ہوگی۔ جس کے مطابق ہم نے SOCIAL JUSTICE یعنی سماجی انصاف کو آگے چل کر اس نوزائیدہ ریاست کے اندر ENSURE کرنا ہے۔ اس کے اندر ایک اور CHAPTER تھا جس کا عنوان یہ تھا CRASH OF CIVILIZATION AND ROLE OF PAKISTAN۔ آپ تصور کریں کہ بانیانِ پاکستان کا VISION کیا تھا۔ آپ جانتے ہیں دنیا میں CLASH OF CIVILIZATION کی اصطلاح یعنی آگے چل کے تہذیبوں نے آپس میں ٹکرانا ہے کچھ مفادات کی بنیاد پر، کچھ IDENTITIES کی بنیاد

پر تصادم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ 1960ء میں دنیا نے پہلی دفعہ اس اصطلاح کو سنا اور پھر آگے چل کے وہ WORLD DISCOURSE کا حصہ بن گیا۔لیکن ہمارے بانیان اپنی جدوجہد کا جو VISION لے کے چل رہے تھے اس میں وہ اس سے ایک قدم آگے سوچ رہے تھے یعنی CRASH ہمیشہ CLASH کے بعد ہوتا ہے۔ CRASH OF CIVILIZATION AND ROLE OF PAKISTAN کہ جس انداز سے دنیا آگے بڑھ رہی ہے اس کا لازمی نتیجہ تہذیبوں کی تباہی ہے، دنیا میں فتنہ وفساد ہے۔اس کا حل کیا ہے؟ کہ دنیا میں ایک عادلانہ نظام قائم ہو۔اور پاکستان، اُمتِ وسط ہونے کے ناطے، اُمت وسط کے منصب کا حامل ہونے کی وجہ سے مستقبل میں یہ رول دنیا کے اندر PLAY کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پاکستان ایک بہت بڑے آئیڈیل کو REALIZE کرنے کے لیے، انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی سروس DELIVER کرنے کے لیے وجود میں آیا۔لیکن جب یہ ملک بن گیا یہ ساری چیزیں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں۔

اگر ہم اس بنیادی منصب کو نسلِ نو کے اندر بیدار کریں، ان کو اپنے منصب کا شعور دیں، ان کے اندر ایک مقصدیت کا شعور پیدا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس آنے والی نسل کو اس فکر کی طرف متوجہ کر سکیں جس پر ہم یہ ساری DISCUSSIONS کر رہے ہیں۔اور یہ سارا کچھ صرف اقتدار کی وجہ سے نہیں ہوگا اس میں ہم نے بطور معاشرے کے رول PLAY کرنا ہے۔اس کی مثال میں آپ کو پھر پاکستان سے ہی دوں گا کہ جب پاکستان بن گیا تو یہاں ایک DEBATE شروع ہوگیا کہ قومی زبان بنگالی ہوگی یا اُردو ہوگی یا دوزبانیں ہوں گی یا ایک ہوگی؟ ہم نے فیصلہ کیا کہ قومی زبان اردو ہوگی۔اور بنگلہ دیش ہمارے مشرقی پاکستان کے اندر کچھ لوگوں نے اس بات کو نہیں مانا۔نصابِ تعلیم آپ کا تھا، نظامِ تعلیم آپ کا تھا، اساتذہ آپ PROVIDE کر رہے تھے، کتابیں آپ لکھ رہے تھے، یہ ساری چیزیں آپ طے کر رہے تھے لیکن سوسائٹی کے ایک حصے نے اس کو نہیں مانا وہ اس کو ایجنڈے کے طور پر لے کر چل پڑے۔آپ دیکھیں، انھوں نے اتنی مؤثر CAMPAIGN چلائی کہ جس دن مشرقی پاکستان میں لوگوں پر گولی چلی وہ دن انھوں نے UNO سے MOTHER LANGUAGES DAY (مادری زبان کا عالمی

دن)DECLARE کرالیا۔اور ہم بھی پاکستان میں اس کو مناتے ہیں لیکن ہمیں پتہ نہیں ہے کہ اس کا BACKGROUND کیا ہے؟ اور اسی موومنٹ کی بنیاد میں 1971ء میں کیا کچھ ہوگیا۔یعنی جب سوسائٹی کسی چیز کو OWN کرلے اور OWN کرکے چل پڑے اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست بھی اس کو روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اگر ہم نے واقعی اقبال کی فکر کو کسی حقیقت میں بدلنا ہے تو ہمیں کسی ادارے کا انتظار کیے بغیر، کسی حکومتی سرپرستی کا، حکومتی اقدام کا انتظار کیے بغیر، اپنی نسل نو کے اندر ایک SYSTEMATIC طریقے سے وہ شعور پیدا کرنا ہے، وہ احساس پیدا کرنا ہے جس کے ذریعے اسے اپنے منصب سے آگہی ہو، اسے اپنی عظمت سے آگہی ہو، اس زندگی کی مقصدیت سے آشنا ہو، اس مقصد کے لیے جینا شروع کرے۔ اور جب اس کو مقصد کا شعور ملے گا تو راستہ کی بھی طلب پیدا ہوجائے گی، راستے کی پیاس بھی پیدا ہوجائے گی، وسائل کی پیاس بھی پیدا ہوجائے گی۔ اور جب پیاس پیدا ہوتو پھر اس پیاس کا حل بھی نکل آتا ہے۔ لیکن اگر اس کے بغیر ہم ایک DOSE دینے کی کوشش کریں گے تو ظاہر ہے کہ وہ ان کا جزوِ بدن نہیں بنے گا۔

علامہ کی فکر، علامہ کی شاعری اور علامہ کی نثر اتنی جامع ہے کہ تعلیمی نظام کو سدھارنے اور تعلیمی نظام کو بہتر کرنے کے سارے پہلوؤں کا اس کے اندر ہمیں احاطہ ملتا ہے۔ مثلاً جس تعلیمی نظام کی ہم بات کر رہے ہیں علامہ اس کی اُس خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
لازم ہے رہرو کے لیے دنیا میں سامانِ سفر
شیدائی غائب نہ رہ، دیوانۂ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبودِ حاضر کا اثر
اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثل نیشتر

یعنی یہ ایک پروپیگنڈا ہے کہ تعلیم بڑھاؤ، تعلیم کو بہتر بناؤ۔ علامہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے اب بتایا

جا رہا ہے کہ تعلیم حاصل کرو تمام ملّی مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور اجتماعی امراض بھی دور ہو جائیں گے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جس تعلیم کی مجھے بات بتائی جا رہی ہے وہ معبودِ حاضر کی پوجا کی بات کرتا ہے اور جو معبودِ غائب یعنی ذاتِ حق ہے اور جو نظام مبنی بر وحی ہے اس سے دور کرتا ہے اور محسوسات میں قید کرتا ہے۔ ظاہر ہے جو نظام محسوسات میں قید ہوگا......تو جیسے شوشوآن نے کہا تھا کہ آج انسان نے یہ بڑا کام کیا ہے کہ جو زندگی کی معمولی ضرورتیں تھیں ان کو زندگی کا بڑا حصہ دے دیا ہے اور جو زندگی کی اصل اور بڑی ضرورت تھی اس کو زندگی کے چند لمحے بھی نہیں دیے۔ پھر تعلیمی نظام ایسا ہی بن جائے گا۔ اور جب ہم اس تعلیمی نظام پر چلے تو علامہ کہتے ہیں پھر کیا ہوا

لیکن نگاہ نکتہ بیں دیکھے زبوں بختی مری

”رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ را ہم دور شد“

یعنی یہ تعلیمی نظام تو میں نے اپنا لیا اور اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لیے تھوڑی دیر رُک گیا کہ اپنے پاؤں سے کانٹا نکال لوں...........کانٹا پتہ نہیں نکلا کہ نہیں نکلا، تو دیکھا کہ وہ قافلہ بہت دور جا چکا تھا جس کا میں حصہ تھا، اب شاید اس کی گرد بھی مجھے نظر نہیں آ رہی۔ یعنی اس تعلیمی نظام نے ہماری زندگیوں کو ہماری بنیادی منزل اور بنیادی مقصد سے دور کر دیا۔

یہی صورتحال استاد کی ہے۔ استاد کے کردار کو اور طالب علم کے کردار کو، ہر لحاظ سے علامہ اپنے کلام میں، اپنی نثری تحریروں میں ہمیں DEFINE کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس میں وہ ساری تفصیلات ہمیں ملتی ہے۔ لیکن بات وہی ہے کہ ہم نے یہ بات شروع کہاں سے کرنی ہے؟ اس کا اہتمام کیسے کرنا ہے؟ تو اسی نکتہ کی طرف میں آنا چاہوں گا کہ ہم جہاں سے بھی آغاز کر سکیں ہمیں اپنی نسل نو کے اندر، جس کو علامہ اجتماعی ’خودی‘ کہتے ہیں، ایک اجتماعی احساس پیدا کرنے کی تحریک شروع کرنی ہے اور اس کے لیے جو ابتدائی قدم ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ کم از کم علامہ کی چار بنیادی تحریروں کو ہم، تعلیم کے ذریعے سے، مجالس کے ذریعے سے، اساتذہ کی تربیت کی ورکشاپ کے ذریعے سے، میڈیا کے ذریعے سے، جیسے بھی ممکن ہوسکتا ہے، معاشرے کے اندر عام کرنے کی کوشش کریں، نوجوان نسل کے اندر عام کرنے کی کوشش کریں۔

وہ چار تحریریں کون سی ہیں؟ اس میں پہلی تحریر ہے ''علامہ کا خطبۂ آلہ باد''۔ دوسری تحریر ہے ''ملت بیضا پر ایک ہی عمرانی نظر'' SOCIOLOGICAL VIEW OF MUSLIM COMMUNITY جس کا اردو ترجمہ موجود ہے۔ تیسری تحریر ہے ''اسلام اور وطنیت''۔ اور چوتھی تحریر ہے جاوید نامہ کی آخری نظم ''خطاب بہ جاوید''۔

میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ ہم نے PERSONALLY اس پر اقبال اکیڈمی کی سطح پر EFFORT کی ہے جو ایک سرکاری ادارہ ہے۔ ملک کے کئی حلقوں نے ہم سے رابطہ کیا تو میں نے PERSONALLY ان سے REQUEST کی کہ آپ ان تحریروں پر کالج کی سطح پر DISCUSSION ورکشاپ شروع کریں۔ تو الحمد للہ کئی شہروں میں ہم نے ورکشاپس کیں، جہاں پر اساتذہ آئے، نوجوان آئے، وکلاء آئے اور دس دس دن کی، بارہ بارہ دن کی ورکشاپس ہوئی پھر جب وہ ختم ہوئیں تو ان کے نتائج بھی سامنے آئے اور FEEDBACK یہ آیا کہ ہمیں اب پتہ چلا کہ اقبال ہے کیا۔ بلکہ کئی جگہوں پر لوگوں نے خود ان تحریروں کو شائع بھی کیا، یعنی جب تک کہ ہم اقبال کے میسج کو لوگوں کے شعور کا حصہ نہیں بنائیں گے، لوگوں کے لیے ضرورت کے طور پر پیش نہیں کریں گے، لوگوں کو یہ بتائیں گے نہیں کہ آپ کے جو مسائل ہیں ان کا حل کہاں ہے۔ یہ خطبہ الہ آباد کیوں ضروری ہے؟ اگر میں ایک جملے میں اس کا تعارف عرض کروں تو وہ یہ ہے کہ پاکستان کا قیام جس بنیادی IDENTITY کو PRESERVE کرنے کیلئے وجود میں آیا، وہ کیا ہے؟ وہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ' ہے، کلمہ طیبہ ہے، اگر آپ اس کلمہ طیبہ کی سیاسی تعبیر کسی تحریر میں دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو خطبہ الہ آباد میں ملے گی۔ خطبہ الہ آباد کی تین حیثیتیں ہیں: ایک وہ حیثیت جس میں علامہ نے اس دور کے مسائل کو DISCUSS کیا جو اس وقت سامنے تھے۔ اس کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں علامہ نے اس کا حل پیش کیا اور وہ RELEVANT رہا 14 اگست 1947ء تک جب پاکستان بن گیا۔ اس کا تیسرا حصہ ہماری تہذیب سے متعلق ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جس کو بیان کرنے سے پہلے علامہ نے یہ کہہ دیا: I FOLLOW NO LEADER TO LEAD... یعنی میری باتوں کو کسی جماعت کے راہنما، یا کسی راہنما کے کارکن کے طور پر نہ سنئے گا میں تم سے یہ باتیں ملت اسلامیہ کے مافی الضمیر کے اظہار کے طور پر

کررہاہوں۔اسلام ایک تقدیر ہے اوراس کا فیصلہ کسی اور طاقت کے ہاتھ میں نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ایک موت ہے اور ہم یہ قبول نہیں کرسکتے۔اور آپ دیکھیں کہ جہاں پر علامہ اپنی بات کوختم کررہے ہیں وہاں پر وہ فرماتے ہیں کہ میری زندگی بھر کے مطالعے کا حاصل یہ ہے

AT CRITICAL MOMENT IN THEIR HISTORY, IT IS ISLAM THAT HAS SAVED MUSLIMS NOT VICE-VERSA.

اور پھراس خطبے کا اختتام علامہ ایک آیت مبارکہ پر کررہے ہیں۔جو علامہ کے فلسفہ خودی اور تصور خودی کی ایک دوسری تعبیر ہے جس کو آپ اجتماعی تعبیر یا سماجی تعبیر یا سیاسی تعبیر کہہ سکتے ہیں۔ یہ خطبہ الہ آباد ہماری قومی اور ملّی زندگی کے ساتھ اتنا RELEVANT ہے کہ کاش ہم اس کا کوئی شعور دے سکتے۔اور آپ دیکھیں کہ پورے نصاب میں کہیں آپ کو اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

اس کے بعد مسلم سوسائٹی بطور سوسائٹی کے ہے کیا؟ ملت بیضا ہے کیا؟ اس تحریر میں علامہ بتاتے ہیں کہ اسلامی سوسائٹی کے CONSTITUTIONS کیا ہیں؟ اسلامی سوسائٹی بنتی کیسے ہے۔اور علامہ کی تیسری تحریر ہے اسلام اور وطنیت ،جس میں علامہ فرماتے ہیں کہ مقامِ محمد عربی ﷺ کیا ہے۔مقام محمد عربی ﷺ یہ ہے کہ وہ کام جو انسانیت صدیوں نہ کرسکی ایک ہستی نے تئیس سال کے عرصے میں کر کے دکھا دیا۔ وہ کام کیا ہے؟ ہم نے ایک ایسا معاشرہ بنانا ہے جو رنگ ونسل کا پجاری نہ ہو، جو علاقے اور زبان کی قید میں نہ ہو، جو نسل انسانیت کے احترام پر استوار ہو اور یہ معاشرہ صرف اسلام پھیلا سکتا ہے۔حضور ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو دیکھ لیں۔ہم کن بتوں میں پڑے ہوئے ہیں جن بتوں نے پاکستان بننے کے بعد ہمارے وجود کو دولخت کیا اور آج تک وہی صورتحال چلی آرہی ہے۔آپ ایک بت کو ختم کرتے ہیں وہ اور بچے دے دیتا ہے۔

اگر ہم ان تحریروں کو پوری مانعیّت کے ساتھ نسل نو کے سامنے واضح کردیں تو ان کے شعور کے اندر ایک بڑی تبدیلی آسکتی ہے۔اور چوتھی تحریر جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ’خطاب بہ جاوید‘ یعنی نئی نسل سے کچھ باتیں۔ اور میں تو عرض کرتا ہوں کہ نوجوانوں کے لیے یہ پورا پروٹوکول آف لائف ہے ۔آج کے جوان کو کیسا ہونا چاہیے؟ علامہ اس میں ایک ایک بات بتا رہے ہیں کہ ان میں رزقِ حلال ہونا چاہیے، ان میں صدقِ مقال ہونا چاہیے، ان میں شرم وحیا ہونی چاہیے، ذکر اور فکر کی کثرت ہونی چاہیے۔

حفظ جاں ہا ذکر و فکر بے حساب   حفظ تن ہا ضبطِ نفس اندر شباب

آپ دیکھیں ایک ایک چیز کو علامہ بیان کرتے چلے جا رہے ہیں اور اتنے مؤثر انداز میں کہ آپ کو لگے گا کہ اقبال بات نہیں کر رہا رومی بات کر رہا ہے، سعدی اور سنائی بول رہا ہے، کوئی ہمارے دورِ اوّل کا عطار بول رہا ہے۔ اس لہجے میں علامہ بتا رہے ہیں۔ اور درد و سوز کا یہ عالم ہے کہ جب اس نظم کو ختم کرتے ہیں تو علامہ فرماتے ہیں:

سر دین مصطفےٰ گویم ترا   ہم بقبر اندر دُعا گویم ترا!

اے نوجواں مسلم! میں نے زندگی بھر یہ کیا کہ تمہیں یہ سمجھا سکوں کہ دین کا مطلب کیا ہے؟ اور تیرے ساتھ میری محبت کا عالم یہ ہے کہ میں قبر میں جا کے بھی تیرے لیے دعائیں کرتا رہوں گا۔ اقبال زمین نے نیچے جا کے بھی اس امت کے نوجوان کو یاد رکھنا چاہتا ہے۔ ہم ابھی زمین کے اوپر ہیں، نوجوانوں کو یہ بتانا ہے کہ اسے مت بھولو، جو قبر میں بھی جا کے تمہارے لیے دل سوزی رکھتا ہے۔ تمہاری اقبال مندی لوٹ آئے گی اقبال کو تھوڑا سا وقت تو دیدو، تھوڑا سا سمجھ لو۔

اور میں آپ کو عرض کروں اگر آپ نوجوانوں میں جا کے دیکھیں تو جذبہ بہت ہے، اتنا جذبہ ہے کہ ابھی کچھ دن پہلے مجھے پاکستان کے ایک نیوز پیپر نے کہا کہ ہم ایک آرٹیکل چھاپنا چاہتے ہیں کہ عجیب تباہی ہوگئی ہے کہ جو دو نمبر شعر ہے وہ اقبال کے ساتھ لگا دیتے ہیں، جو غلط شعر ہے اقبال کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی حل ہونا چاہیے۔ جب میں نے وہ سارے اشعار نکالے تو دیکھا یقین کریں کہ مجھے بجائے اس کے کہ کوئی تاسف ہوتا، رشک آیا اس بات پر کہ اس قوم کی نوجوان نسل اقبال کی INSPIRATION لینا چاہتی ہے، اقبال سے سند لینا چاہتی ہے، اقبال سے تحریک لینا چاہتی ہے، یہ ہمارا سقم ہے اور ہمارے تعلیمی نظام کا سقم ہے کہ ہم نے نسل نو کے جذبے کو علم کا ذریعہ بنانے کے بجائے جہالت کا ذریعہ بنا دیا۔ آپ اس کو بتاؤ گے نہیں تو وہ کیا کرے گا؟ یقین کریں مجھے اقبال سے منسوب کوئی ایسا الحادی، غلط یا بناوٹی شعر نہیں ملا کہ اس سے عمدہ اقبال کا اصل شعر موجود نہ ہو اور میں نے اُس آرٹیکل میں کوٹ کیے ہیں۔ ذمہ دار ہم ہیں۔ کتنے ذمہ دار ہیں۔ میں ایک مثال آپ کو دے دیتا ہوں۔ آپ جی ٹی روڈ پر لاہور سے پنڈی کی طرف سفر کریں، وزیر آباد کے پاس سے اگر آپ گزریں تو وزیر آباد کے باہر ایک بہت بڑا

گیٹ بنا ہوا ہے انٹرس کا، کسی فیکٹری نے بنایا ہوگا، اس گیٹ کے اوپر بڑے جلی حروف کے ساتھ ایک شعر لکھا ہوا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اور نیچے لکھا ہوا ہے: اقبال۔ میں نے انتظامیہ کو بھی کہا کہ خدا کا خوف کریں۔ ظفر علی خان کے شہر میں ظفر علی خان کو ان کے اپنے شعر سے آپ نے محروم کر دیا اور گمراہی پھیلا رہے ہیں کہ ہر آتا جاتا پڑھتا ہے تو ظاہر ہے کہ اقبال کے شعر کے طور پر یاد کرے گا۔ جدید نوجوان نسل INSPIRATION لینا چاہتی ہے، نوجوان نسل میں جذبہ ہے اقبال سے تحریک لینا چاہتی ہے۔ بلکہ ہم نے ایک ANALYSIS کروایا، دو تین سال پہلے کی بات ہے، کہ اُس سال یومِ اقبال پر اقبال کے اشعار کے اتنے میسجز ہوئے تھے کہ پورے سال میں کسی بھی شعبے میں اتنے میسجز نہیں ہوئے تھے۔ جذبہ تو موجود ہے۔......

اور میں آپ کو عرض کروں قرآن مجید سے جو ہم نے طالب علمانہ طور پر سمجھا ہے اساتذہ سے کہ قرآن مجید کا تصورِ علم دو چیزوں کا نام ہے: جاننا اور عمل کرنا۔ ان لوگوں کو قرآن نے جاہل کہا ہے، جو جانتے تو ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ ہماری باتوں میں تاثیر کہاں سے آئے گی۔ ہم کہتے کچھ ہیں، عمل ہمارا اس سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ 'خطاب بہ جاوید' میں علامہ نے ایک مثال دی ہے سلطان محمود بیگڑہ کی، جو ہندوستان کی ایک ریاست کا حکمران تھا۔ علامہ کہتے ہیں تقویٰ کس کو کہتے ہیں میں تجھے بتاتا ہوں۔ سلطان محمود بیگڑہ کا ایک شوق تھا جیسا کہ ہر بڑے راجے، مہاراجے اور شہزادے کا ایک شوق ہوتا ہے، اس کا شوق یہ تھا کہ وہ گھوڑے پالتا تھا اور اس کے پاس بڑے اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ اس کا ایک گھوڑا جس پر وہ خود سواری کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ علامہ کہتے ہیں کہ اس نے اس گھوڑے کا بڑا ہی علاج کروایا لیکن وہ ٹھیک نہیں ہوا۔ بالآخر ایک ایسا طبیب آیا جس نے چند دنوں میں گھوڑے کو صحت مند کر دیا۔ سلطان محمود کی خدمت میں وہ گھوڑا پیش کیا گیا کہ یہ ٹھیک ہو گیا ہے تو وہ بڑا خوش ہوا اور اس نے پوچھا کہ یہ گھوڑا ٹھیک کیسے ہوا؟ ہم نے تو بڑے بڑے طبیب اور بڑی بڑی دوائیں آزمائیں، سب بے اثر رہیں، طبیب کو بلایا کہ آپ نے کیا

کرشمہ دکھایا کہ گھوڑا صحت یاب ہوگیا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس کو ایک میڈیسن استعمال کروائی جس میں شراب بھی تھی۔ سلطان نے کہا: اچھا! شراب والی دوا۔ اب اس گھوڑے کو میرے اصطبل سے نکال دو۔ میں زندگی بھر اس گھوڑے پر نہیں بیٹھوں گا۔ علامہ کہتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہوتا ہے۔ جب تک ہمارے اندر ہمارے اندر تقویٰ نہیں ہوگا

؎ اگرچہ پیر حرم وِردِ لا اِلٰہ دارد
کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولاد است

پیر حرم کے پاس لا اِلٰہ ہے لیکن یہاں تک ہے اس کے پاس وہ نگاہ نہیں ہے جو فولاد پر بھی پڑے تو فولاد پگھل جائے۔ جب تک ہمارے کردار کے اندر اقبال کی فکر نہیں آئے گی۔ اس وقت تک اس کا اثر نہیں ہوگا۔ ہم نے نوجوان کے اندر اس کردار کی طاقت کو پیدا کرنا ہے۔ یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مثالی نوجوان ہو اور خدا کے تصور سے خالی ہو، وہ ظاہری اور باطنی طہارت سے خالی ہو۔ اور اگر میں سادہ الفاظ میں کہوں تو یہ ہیں کہ نماز پڑھنا ہو تو پہلے وضو کرنا ضروری ہے، یعنی جو FUNDAMENTAL اور پرائمری چیزیں ہیں وہ بھی ہمارے کردار کا حصہ نہ ہوں، سچائی نہ ہو، علامہ کہتے ہیں جب سچائی گفتگو میں ہو تو صدقِ مقال ہے اور جب سچائی عمل میں آئے تو رزقِ حلال ہے اس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ رزقِ حلال اور صدقِ مقال سے بندۂ مومن کی جلوت و خلوت میں جان آتی ہے، جرأت آتی ہے، حق گوئی آتی ہے۔ اسی لیے علامہ نے کہا ہے کہ

؎ عزمِ ما را بہ یقیں پختہ تر کن ساز کہ ما
اندر ایں معرکہ بے خیل و سپہ آمدہ ایم

اے میرے اللہ! میں اپنے قافلے کو لے کر میدانِ عمل میں اتر گیا ہوں، میرے پاس کچھ نہیں، کوئی ہتھیار نہیں، تو یقین کی طاقت عطا کر۔ اور اس کی مثال قیام پاکستان ہے۔ ہمارے پاس کیا تھا؟ پورے ہندوستان کے چیمبر آف کامرس میں دیکھیں کتنے لوگ ممبر تھے؟ آپ کی معیشت کا یہ حال تھا۔ سیاست کا کیا حال تھا؟ تعلیم میں کتنی PERCENTAGE تھی؟ کچھ بھی نہیں تھا یہ کردار کی طاقت تھی جس نے یہ معجزہ کر دکھایا۔

تو میں یہ سمجھتا ہوں، کہ بہت ہی PRACTICAL انداز میں ہم نے آگے چلنا ہے۔

وہ PRACTICAL انداز یہ ہے کہ ہم کم ازکم علامہ کے SELECTED تحریروں کو نوجوانوں میں لے کر جائیں اور جتنا بھی ہوسکتا ہے، جو ہمارے کرنے کا کام ہے وہ ہم کریں پھر اللہ کہتا ہے کہ تم مجھے بھولو گے تو میں تم کو بھولوں گا اور اگر تم مجھے یاد رکھو گے تو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ جب بندہ اس کے لیے SERIOUS ہو جائے تو اللہ پوری کائنات کو اس بندہ کے لیے SERIOUS کر دیتا ہے۔ نوجوانوں کے کردار کو بدلنے کی ہم کوشش کریں۔ کم ازکم یہ چار تحریریں ہم پھیلا دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہم وہ ذہن تیار کرنے کے قابل ہو جائیں جن کی ترجیح فکر اقبال ہوتی ہے۔ نصاب کا حصہ بنانے کے لیے ہم نے بڑی لڑائیاں کی ہیں، کسی نے نہیں سنا۔ اللہ ہماری ان کوششوں میں برکت عطا فرمائے تا کہ ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔ بہت بہت شکریہ

فرمودۂ اقبال

خدا آں ملتے را سروری داد
کہ تقدیرش بدست خویش بنوشت
بہ آں ملت سروکارے ندارد
کہ دہقانش برائے دیگراں کشت

اللہ تعالیٰ اُس قوم کو سرداری عطا فرماتا ہے جو اپنی تقدیر اپنے ہاتھ سے لکھتی ہے۔ اور اُس قوم سے کوئی سروکار نہیں رکھتا جس کے کسان دوسروں کے لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

مصورِ پاکستان اور حبِ رسول ﷺ

واصحابِ رسول رضی اللہ عنہم

پروفیسر محمّد حمزہ نعیم

(ایم اے عربی، ایم اے علوم اسلامیہ، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ صدر)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بہت پرانا شعر ہے مگر اس کی معنویت اور لطافت آج بھی قائم ہے۔ علامہ محمد اقبال مرحوم وہ دیدہ ور شخصیت تھے کہ ان کو چمن اسلام کے ہر پھول اور ہر غنچے کی فکر رہتی تھی۔ وطن، قومیّت، رنگ و نسل اور دیگر غیر اسلامی تعصّبات کو وہ بت اور صنم کہتے۔ اسلامی غیرت اور خودداری کو انھوں نے گہری نیند سے جگایا۔ اسلامی حکمرانی کے خواب دیکھے۔ اس میں ان کا معیار خلفائے راشدین اور ان کے متصل اُموی خلافت، عباسی خلافت اور پھر عثمانی ترک خلفائے اسلام تھے۔ وہ غیر اسلامی طرز حکمرانی سوشلزم، سرمایہ داری وغیرہ کے خلاف تھے۔ خلفاء اسلام میں اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا طرز حکومت خصوصاً ان کا پسندیدہ تھا۔ مغربی جمہوری نظام کے وہ بہت مخالف تھے۔

بانیانِ پاکستان میں جو لوگ نمایاں ہیں ان میں مصورِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو اور بانی پاکستان محمد علی جناح کو کہا جاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے پاکستان یعنی برصغیر میں اسلامی ریاستوں کے لئے کئی نام جناب چودھری رحمت علی نے تجویز کیے تھے۔ یہ مختصر ناموں والے کتابچے آج بھی نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ برصغیر کے چوٹی کے علماء میں سے معروف عالم دین مولانا اشرف علی

تھانوی صاحب نے، بقول مولانا عبدالماجد دریابادی، جون 1928ء میں ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے پر ''دارالاسلام'' کی سکیم خاصی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی تھی۔ فرمایا تھا: ''جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو سارے قوانین، تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکامِ شریعت کے مطابق ہو، بیت المال ہو، نظامِ زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں............ اس مقصد کے لئے صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہو اور اسی کو کوشش کرنی چاہیے۔'' (بحوالہ نقوش و تأثرات ص23 وخط مولانا دریابادی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی ص 46,47 از منشی عبدالرحمٰن خان مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

پھر تحریک آزادئ ہند اور تحریک پاکستان چلی تو اُنہوں نے ایک خصوصی مجلس میں فرمایا کہ مجھے پاکستان بنتا نظر آرہا ہے اور اب اس مختصر وقت میں عوام میں اسلامی نظام کی تربیت بہت محال ہے۔ اب تحریک پاکستان کے خاص لیڈروں پر دینی محنت کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی کے ساتھ چند علماء کا وفد مقرر کیا جنہوں نے بانی پاکستان محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف اوقات میں ملاقاتیں کیں۔ نیز اپنے بھانجوں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دیگر خلفاء کے ساتھ پورے برصغیر میں مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی تحریک چلائی۔ صوبہ سرحد اور بنگال میں علامہ تھانوی کے بے شمار خلفاء تھے انہوں نے بھرپور کام کیا اور اس طرح مخالفت کے باوجود ان علاقوں میں مسلم لیگ کامیاب ہوئی۔

علامہ اقبال حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حبِ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کے داعی اور پرچار کرنے والے تھے۔ اصحابِ رسول من جملہ ان کے ممدوح تھے تاہم انہوں نے درجن بھر سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان کی منقبت لکھی۔ وہ اتحادِ اُمت کے بھی داعی تھے لہٰذا اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی مثالیں دے کر اُن ہی کی طرح اُمت کو شیر وشکر ہونے کی دعوت دیتے رہے۔ نواسۂ رسول سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کو انہوں نے بہت سراہا۔ جنگ یرموک میں جب سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سالارِ فوج تھے، ان کے مجاہدوں میں ایک نوجوان مجاہد اُن سے بار بار کافر فوجیوں کے اندر گھسنے اور جان فدا کرنے کی اجازت لے رہا تھا، ان کو اجازت دیتے ہوئے سالار فوج نے ان کے ہاتھ رسول امین کو سلام بھجوایا۔ یہ پیغام بھی عرض کیا کہ رسول

امین ﷺ نے جو وعدے کیے تھے وہ سب اللہ نے پورے کر دیے ہیں۔ یہ فدا کار مجاہد علی زینبی تھے۔ رسولِ مقبول ﷺ کے بڑے نواسے علی بن سیّدہ زینب بنت نبی علیہم السلام۔ علامہ اقبال نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، خالد جانباز، ابوایوب انصاری، سلمان فارسی، ابوذر اور حسنین کریمین اور موٴذّنِ رسول سیّدنا بلال رضی اللہ عنہم کو اپنے اشعار میں خصوصی خراجِ تحسین پیش کیا۔ خلیفہٴ بلافصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کئی جگہ اپنے فارسی اور اردو کلام میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ساتھ بتایا کہ اس خصوصی عقیدت کی بنا پر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب میں اُن کو شرفِ زیارت کے علاوہ شرفِ تعلّم اور شرفِ تلمذ سے نوازا۔

فرنگ بے رنگ آج معترف ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر ہمارا کامل قبضہ تھا۔ اگر چہ آزادی اور حریت کی تحریکیں چل رہی تھیں مگر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار سے مسلمانانِ ہند میں وہ جذبہ بھر دیا کہ اس جذبے کا مقابلہ ہم نہ کر سکے اور ہمیں انڈیا چھوڑتے بنی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پسی ہوئی مسلم قوم کو جذبہ دیا۔ مسلم جوان کو کبھی عُقاب سے اور کبھی شاہین سے تشبیہ دی، اس کی سوئی ہوئی غیرت کو بیدار کیا، اس کی خودی اور خودداری کو انگیخت کیا، کبھی ''چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا'' کا نعرہ لگایا اور کبھی ''مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' کا نغمہ بلند آہنگ کیا۔ علامہ اقبال نے اسلافِ اسلام کے گن گائے، اُن کی مثالیں اور اُن کی تاریخ کو شعروں کی زبان دے کر اسلام کے سوتے شیروں کو جگایا۔ علامہ مرحوم نے تصورِ پاکستان دیا۔ اس تصور کی بنیاد کیا تھی؟ اسلام، نظامِ اسلام، حبِ محمد اور حبِ اصحاب محمد علیہ وعلیہم السلام۔

آج کی نشست میں ہم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ''مدح و منقبت اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم'' کا ذکر کریں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کو اس قدر والہانہ عشق تھا کہ خواب میں ان کی زیارت ہوگئی۔ اسی خواب کی کہانی حاضر ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من شبے صدیق را دیدم بہ خواب
گل ز خاکِ راہِ او چیدم بہ خواب

خواب میں مجھے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تو میں نے ان کی خاک راہ سے سعادت کے پھول چن لیے۔ خواب میں علامہ اقبال نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سورۃ اخلاص کی تفسیر

پڑھی۔ یہ پورا واقعہ علامہ اقبال نے زائد از یک درجن اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔ اور سورۃ اخلاص کی اس تفسیر کی نہایت خوبصورت الفاظ و معانی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ علامہ اقبال کے سوال کے جواب میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (خواب میں) فرمایا:

گفت تا کے در ہوس گردی اسیر
آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر

یعنی تو کب تک ہوا و ہوس کا اسیر رہے گا۔ سورۃ اخلاص یعنی اس کے انوار سے اپنے قلب و روح کو منور کر لے۔ تمام مسائل کا یہ ایک ہی حل ہے تمام امراض کا یہ ایک ہی علاج ہے۔۔۔ اگلے شعروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلم! جیسے انسانی جان صرف ایک سانس کی آمد و رفت سے ہے اسی طرح ''توحید'' ایمانی زندگی کے لیے مدار بلکہ سارے عالم کے لیے ذریعہ قرار ہے۔ اے مسلم توحید خالص کا تقاضا ہے کہ تمام اہل ایمان جسد واحد بن جائیں۔ سورۂ اخلاص کا یہی رنگ ہے جس سے بہتر رنگ دنیا میں موجود نہیں۔ اے مسلم! ترک و افغان، عرب و عجم، سیّد اور غیر سیّد یہ سب عجمی بت ہیں۔ اے مسلم! تو ان بُتوں کو توڑ کر ایک ملت میں گم ہو جا۔ اللہ نے تیرا نام ''مسلم'' رکھا تھا مگر تو وحدت کو چھوڑ کر ہزار انتشار میں پڑ گیا۔ یہ رنگ و نسل تو نہایت کمتر جام و سبو ہیں تو خم خانہ توحید سے وابستہ کیوں نہیں ہوتا۔ اپنی وحدتِ ملت سے جڑا رہ، لسانِ وحی ترجمان نے فرمایا تھا کُوۡنُوۡا عِبَادَ اللّٰہِ اِخۡوَانًا ـــــ اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ بس تو ایک کا بن جا اور ایک بن جا۔ نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی۔ فرقے فرقے مت بنو۔ ایک اللہ، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کلمہ، بس اس چیز کو مضبوطی سے تھام لے، پھر تیری طرف ترچھی نظر سے کوئی نہ دیکھے گا۔۔۔ آج حال یہ ہے کہ ایک قوم اور ایک ملت سے تو نے سینکڑوں قومیں بنا ڈالیں تو نے وحدت ملت کے قلعہ پر خود ہی شب خون مارا اور ان راہوں پر چل پڑا جہاں وحدت کا تصور ہی نہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے اعلانِ حق ہو چکا تھا لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ـــــ ان پگڈنڈیوں کو شاہراہیں مت سمجھو یہ تم کو راہِ حق سے دور کر دیں گی۔ اے واحد رب کی پوجا کرنے والے! تو کب تک دوئی کا سبق پڑھتا رہے گا۔ توحید کے کلمہ سے قوت حاصل کر اور غیر اللہ سے خوف مت کھا۔ یہی تیری طاقت ہے۔

اے مسلم! اگر تو نے اس ذات صمدیت اللہ واحد سے وابستگی اختیار کر لی تو یوں سمجھ کہ تو اسباب کی دنیا کو پیچھے چھوڑ گیا۔ صفت صمدیت سے وابستگی کا تقاضا یہ ہے کہ غیر اللہ سے امید اور غیر اللہ کا خوف تیرے دل و دماغ میں بالکل نہ رہے اور خلق الٰہی کے لیے تو سراپا خیر بن جائے۔

اے مسلم! اہل کرم کا احسان مت اٹھا۔ وہ ہاں میں جواب دے تب بھی غیرتِ ایمانی کے لیے یہ بات نشتر سے کم نہیں۔ اے مسلم! تو اپنا رزق کمینی مخلوق کے ہاتھ سے وصول مت کر، تو یوسف ہے اپنی قیمت سمجھ۔ اپنے کو سستا مت فروخت کر۔ کم ہمت مت بن۔ غیور مسلمان بن کر صرف ذات صمدیت سے تعلق جوڑ۔ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں لیکن غیرت اور خودداری کا سبق تو نے خود ہی یاد کرنا ہے۔ پھر اگر تو اپنے کو چیونٹی جیسی بے طاقت اور بے بس مخلوق ہی سمجھے تب بھی کسی خود ساختہ سلیمان کے سامنے حاجت پیش نہ کر۔ دیکھ، ایک چیونٹی کی دوسروں کی خیر خواہی اور عملی زندگی دیکھنے پر سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کے سامنے شکر گزار اور دستِ دعا دراز کر رہے ہیں اور خود خالق کائنات اتنا خوش ہیں کہ اس ننھی مخلوق چیونٹی کے نام پر قرآن مجید فرقان حمید میں پوری سورت اتار دی ہے۔ اللہ نے یہاں چیونٹی کی دو صفات کا ذکر فرمایا ہے کہ چیونٹی نے سلیمان نبی اور اصحاب نبی کو پہچان کر کہا کہ نبی اور اصحاب نبی جان بوجھ کر تو کسی کو تکلیف نہیں دیتے وھم لا یشعرون ہاں اَن جانے میں تم ان کے پاؤں کے نیچے آ سکتی ہو، اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ دوسری بات یہ کہ چیونٹی نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی۔ گویا اللہ اور اس کے نبی اور ان کے صحابہ پر ایمان کے بعد اپنے عوام کی بھلائی اللہ کو اتنی محبوب ہے کہ اپنی ازلی ابدی کتاب میں یہ ساری کہانی لکھ دی اور پوری سورت چیونٹی کے نام کر دی ''النمل''۔

علامہ اقبال فرما رہے ہیں کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے درسِ توحید میں مجھے یہ بات بھی ملی کہ چاہے تمہاری حیثیت چیونٹی جیسی ہو مگر ایمانی غیرت اتنی ہو کہ اللہ اور رسول کو پہچانو پھر اپنی خودی کو کسی بڑے سے بڑے کے سامنے مت پست کرو، بس اگر تم بندۂ مومن ہو اور انسانوں (بلکہ تمام مخلوق) کے خیر خواہ ہو تو یقین کر لو تمہارے لیے صرف اللہ کافی ہے۔

اے مسلم! تیرے رب کی صفت لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے تو بھی رنگ و خون کی قید آزاد ہو جا کیونکہ ممکن ہے گورے سو کی تعداد میں ہوں مگر قیمت ایک کالے کے برابر بلکہ فروتر ہو۔ اور

نبی ﷺ نے تو فرما دیا ایک مسلمان کی حرمت بیت اللہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔ فرمایا: تو اسلام کا بیٹا بن۔ فلان ابن فلاں کو چھوڑ۔ حضرت سلیمان فارسی نے کہا تھا میں اسلام کا بیٹا ہوں اسلام کے سوا میرا کوئی باپ نہیں۔ اَبِی الْاِسْلَامُ لَا اَبَ لِیْ سِوَاہُ۔

آگے فرمایا: اے میرے عقلمند ساتھی! کیا تو نے غور نہیں کیا؟ شہد کی مکھیاں میل ہا میل دور سے سینکڑوں نوع بنوع پھولوں کا رس چوس کر لاتی ہیں مگر اس مجموعے کا نام کسی ایک پھول کے نام پر نہیں ہوتا وہ عسل مصفّٰی کہلاتا ہے، صرف شہد کہلاتا ہے۔ اسی طرح تو بھی رنگ و نسل اور علاقہ و قومیّت اور وطنیت کی قید سے آزاد ہو کر صرف مسلم بن جا اور اس مجموعے کا نام ہوگا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃ (تمام اہل ایمان ایک برادری ہیں)۔ شہد نے کبھی نرگس نسب، نیلوفری یا گل سرخ برادری ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اب وہ صرف شہد ہے۔ اسی طرح عرب و عجم، ایران و روم، حبشہ و افرنگ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا رنگ لے لیا وہ سب مسلم ہیں۔ اے مسلم! یہ سمجھ لے کہ ہم سب نے محبوبِ حجازی سے اپنا دل لگا لیا ہے۔ ساری نسبتیں ہم نے صرف اُس ایک نسبت پر قربان کر دی ہیں۔ بس تمام رشتوں کے لیے ہمیں یہی ایک رشتہ کافی ہے اسی محبت سے سرشار ہم باہم پیوستہ ہیں۔ جو کوئی بھی بڑا ہو یا چھوٹا اگر وہ رنگ و خوں اور وطنیت و قومیت کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے تو وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ آخری آیت کی تفسیر میں علامہ فرماتے ہیں

رشتہ با لَمْ یَکُنْ باید قوی
تا تو در اقوام بے ہمتا شوی

اے مسلم! اگر تو اقوامِ عالم میں بے مثل و بے مثال قوت اور شان کا حامل بننا چاہتا ہے تو لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد یعنی ذات واحد و صمد، ذات پروردگار سے اپنا رشتۂ ایمانی قوی کر لے۔ جس مسلمان کا تعلق ذات یکّا و یکتا سے ہو جاتا ہے وہ اس شریک کے ساتھ دل نہیں لگاتا۔ بندے کو ماسویٰ اللہ سے کیا غرض۔ ذات صمدیت کا ہمسر کوئی ہو نہیں سکتا، نہ اس کی غیرت اس بات کو گوارا کر سکتی ہے۔ بندۂ مومن کو لَا تَحْزَنُوْا کی خلعت اور اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کا تاج مل گیا ہے۔ اے بندۂ مومن! اب تو ہمت نہ ہارنا اور نہ کسی ناکامی پر رنجیدہ ہونا۔ بندۂ مومن بادلوں کی گرج اور کڑک سے نہیں گھبراتا اور اگر بجلی گرے تو یہ رکن ملت ابرہیم اس شعلہ آتشیں کو کندھوں پر اٹھا لیتا ہے۔ وہ

کبھی خوفزدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر آگ بھی کچھ نہیں کرسکتی بلکہ نارِنمرود، گلزارِ ابراہیم بن جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ نارنمرود کا گلزار بن جانا بلا شبہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اس کا دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی قوت اور جدت اتنی زیادہ تھی کہ اس کے مقابلے میں نمرود کی آگ کی جدت اور حیثیت کچھ بھی نہ رہی۔ اے بندۂ مومن! تجھے بھی اگر ابرہیمی ایمان نصیب ہوجائے تو دنیا کے تمام فتنے اور ہر قسم کی آگ تیرے سامنے ٹھنڈک دینے لگے۔ علامہ فرماتے ہیں مومن اپنی گرہ میں سوسو شعلے رکھتا ہے۔ جو خرمن باطل کو بھسم کرنے کو کافی ہیں۔ فرمایا: مومن کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خیر وشر کا معیار ہے۔ اس کی زندگی تبلیغ خیر اور دفع شر کے لیے وقف ہے اور اس کے ذکر اور اس کی تکبیر وتہلیل ہی سے اس جہان میں سامانِ رونق حیات ہے۔ بندۂ مومن کے اندر عفو وعدل واحسان اور انفاق فی سبیل اللہ جیسی صفات کریمانہ موجود ہیں جو سارے جہاں میں اپنوں پرایوں، مومن وکافر پر باران رحمت کی طرح برس رہی ہیں مگر بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

یعنی طبع لئیم اور کافر کا ضد وعناد رحمت اور لطافت ابر کرم سے مستفید ہونے سے انکار کردے تو خالق کردگار کا نمائندہ بندۂ مومن اپنی سلبی قوت اور قاہرانہ قوت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ فرمایا ع
ہم بہ قہر اندر مزاجِ او کریم۔ دوسری جگہ علامہ نے فرمایا:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
بزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

فرمایا: باغِ جہاں میں مؤمن عندلیبوں کا ہم آواز ہوتا ہے۔ اپنی صدائے دلنواز سے غیروں کے دل موہ لیتا ہے لیکن اعدائے دین پر جھپٹ پڑنا بھی اُس کی فطرت کا دوسرا رُخ ہے اور بندۂ مؤمن آسمانی رفعتوں والی صفات کا مالک ہے۔ یہ رفعت پسند فطرت رکھتا ہے۔ اے مومن تیرے پاس تو زندہ کتاب ہے جس کی حیات ابدی سرمدی ہے یہ کتاب تو مردہ ارواح کو زندگی دے کر ہفت افلاک سے پار لے جاتی ہے۔ پھر بھلا کیسے تو شبنم کی طرح رات کی تاریکی میں

زمین پر گر سکتا ہے۔۔اے بندۂ مؤمن تو کب تک آب وگل کو مقصود بنائے گا، اپنا زادِ راہ اٹھا اور آسمانی بلندیوں سے آگے کا رخ کر لے۔اس بھولے انسان پر افسوس ہے جو فانی متاعِ دنیا پر فریفتہ ہو کر اپنی منزل بھلا بیٹھا۔

علامہ فرماتے ہیں: تفسیر سورۃ توحید کا سبق دیتے ہوئے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔ میں کوئی یونہی عشق نبی اُمی میں سرمست نہیں ہو گیا اگر تو مقامِ نبوت اور عشق نبوت سے آگاہ ہو جائے تو نبی پاک علیہ السلام تجھے بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب نظر آئیں گے۔ حدیث پاک میں بھی موجود ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بار دربار رسالت میں عرض کیا تھا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آنجناب سے ہے۔ سوال فرمایا کہ اللہ سے بھی زیادہ؟ فرمایا: ہاں؛ اس لیے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ جانے ہم آج کس بت کی پوجا کر رہے ہوتے۔ تو یہاں بھی سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیدہ صدیق سے دیکھو، مقامِ حبّ رسول مقام توحید کے تعارف سے پہلے ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ذریعہ مقصود، ہمیشہ مقصود سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ اس جگہ یہی بات سمجھائی ہے کہ نبی کی محبت اللہ کی محبت سے پہلے اور اہم تر ہے۔ اس کے بغیر اللہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔ آگے فرمایا

اے کہ در زندان غم باشی اسیر
از نبی تعلیم لَا تَحزَنُ بگیر

اے بندۂ مؤمن تو غموں کا اسیر ہو چکا ہے تو مایوس نہ ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غار ثور میں دی تھی کہ اے ابوبکر غم کیوں کرتے ہو، اللہ ہمارے ساتھ ہے ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ تو گویا درسِ تفسیر میں اسی غار والے سبق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جب وہ اللہ سب سے بالا و برتر ہے بلکہ سب کا خالق و مالک ہے تو جو بندۂ مؤمن یہ سبق یاد کر لے اسے نہ اپنی فکر نہ دوسرے کا غم۔ علامہ فرماتے ہیں اسی سبق نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر بنا دیا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس سبق کے نتیجے میں ہزار مصائب کے باوجود بندۂ مؤمن کے ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔ علامہ نے تبسم کی مثال ستاروں کے ٹمٹمانے سے دی ہے کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اللہ کی راہ میں قربانیاں دے کر خوش ہوتے تھے۔ آگے فرمایا: اہل ایمان کے لیے ایمانی قوت قلب و روح کی

طاقت کو بڑھاتی ہے۔اے بندۂ مؤمن! تو لاخوف علیہم کا ورد کیا کر۔ یہ اصحابِ رسول کو خوشخبری دی گئی تھی کہ انہیں کوئی خوف کوئی غم نہیں۔ وہ تبلیغ دین کرتے اور کفار کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح وقت کے فرعون کے سامنے جا کر حق کی تلقین سے کبھی نہ گھبراتے تھے۔ بارگاہِ الٰہی سے موسیٰ علیہ السلام کو لَاتَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی کی بشارت سنائی گئی تھی اور سیّدنا صدیق اکبر کو لَاتَحْزَنْ سنا کر، بتایا گیا کہ بلا شبہ تجھے اپنے سے زیادہ ہمارے محبوب علیہ السلام کی فکر اور انہی کا غم ہے تو آپ گھبراؤ مت، اللہ تم دونوں کے ساتھ ہے۔ خود نبی علیہ السلام نے اپنے مبارک الفاظ میں ارشاد فرمایا: یا ابابکر! ما ظَنُّك باثنين اللّٰهُ ثالثهما ۔۔۔صدیق ہم دو نہیں ہمارے ساتھ تیسرا اللہ ہے، پھر تمہارا کیا گمان ہے ہمیں کوئی بدخورہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ درس تفسیر میں یہی سبق علامہ کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یاد کرا رہے ہیں اور یہی سبق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہر بندۂ مؤمن کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کو فرما رہے ہیں۔ اسی کی استدعا علامہ اقبال خالق کائنات سے کر رہے ہیں۔

ازاں فقرے کہ با صدیق دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

اے ربّ کریم! وہی فقر ذیشان جو تو نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اسی فقر سے اس آسودہ جاں کو اور اپنے حبیب کی اُمت کو بھی وہی جوش و خروش عطا فرما۔ ہمارے جذبات کو وہی جلا بخش دے۔ اپنے حبیب کی اُمت کو مقام فنا فی الرسول عطا فرما دے اور دنیا کی باطل طاقتوں کی غلامی سے آزادی عطا کر کے ہمیں غلامِ رسول بنا دے کیونکہ

ع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
صلی اللہ علیہ وسلم

مقدس شخصیات کی توہین، مذہبی دہشت گردی اور ریاست کی ذِمہ داری

محمّد زاهد سعيد بهٹه

ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور تقریباً چھ لاکھ مسلمان 1947ء میں شہید کیے گئے جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ مسلمان تھے اور پاکستان میں رہائش پذیر ہونا چاہتے تھے کیونکہ فرمانِ قائد کے مطابق ایسا ملک معرضِ وجود میں آنا تھا جس میں قرآن وسنت کا نظام نافذ ہونا تھا۔ مگر افسوس صد افسوس ستر سال گزرنے کے باوجود قائداعظم کے فرمان پر عمل درآمد نہ ہوسکا بلکہ ہر آنے والی حکومت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر بنانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کو کھل کر اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف سازش کرنے کا موقع ملا۔ سب سے بڑی سازش پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ اور صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف غلیظ لٹریچر کی اشاعت اور انٹرنیٹ پر ان کے خلاف قابل اعتراض مواد کا شائع کرنا ہے، جس کی وجہ سے ملک میں مذہبی دہشت گردی عروج پر پہنچ چکی ہے۔ جناب شوکت عزیز صدیقی صاحب جج اسلام آباد ہائی کورٹ اسلام آباد نے اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو حکم دیا ہے کہ آئندہ اس قسم کا مواد شائع کرنے والوں کے خلاف سخت قانونی اقدامات کیے جائیں۔ ملک پاکستان کے ہر طبقہ نے جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب کے اس اقدام کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور غور طلب ہیں جو آئین سازی کی ضرورت اُجاگر کرتے ہیں۔

یہ کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے گستاخ کی سزا تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C میں

موت مقرر ہے اور دشمنانِ رسول ﷺ کو سزائے موت کے ڈر کی وجہ سے کھلم کھلا گستاخی کی جرأت نہیں ہوتی اور چند لوگ چوری چھپے انٹرنیٹ پر غلیظ صفحات اپ لوڈ کر کے فرار ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس جرم کی سزا موت ہونے کی وجہ سے یہ جرم بہت کم ہوتا ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298-A میں گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا نہایت کم ہے جو کہ تین سال تک بڑھائی جا سکتی ہے یا چند روپے جرمانہ کر کے چھوڑا جا سکتا ہے۔ یہ عمل قانون ساز اداروں کی مجرمانہ غفلت اور صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے مقام سے بے خبری اور متعصّبانہ روّیہ کی عکاسی کرتا ہے۔

یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ گستاخی صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ملک میں مذہبی دہشت گردی پھیلتی ہے اور ملزمان گستاخی کے مرتکب ہونے کے باوجود آپریشن ردالفساد اور عدالت ہائے کے ذریعہ سے ہونے والی سزا سے بچ جاتے ہیں اور دندناتے پھرتے ہیں اور پھر مذہبی جنونی لوگ ان سے اپنے ہاتھوں سے بدلہ لیتے ہیں، جس سے مزید دہشت گردی کو ہوا ملتی ہے۔ یوں اس طرح کی دہشت گردی نے پورے ملک بلکہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، جس کی وجہ سے ملک پاکستان اندرونی و بیرونی سازشوں کا شکار ہو رہا ہے اور اگر اس مذہبی دہشت گردی کے سامنے بند نہ باندھا گیا تو اس کے بھیانک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور خدانخواستہ کسی بیرونی حملہ کی جرات ہو سکتی ہے۔

گویا گستاخانِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم یا تو ملک پاکستان کی سلامتی پر حملہ آور ہو رہے ہیں یا دشمن کو حملہ آور ہونے کی دعوت دے رہے ہیں ایسے لوگوں کی سزا تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 121 کے تحت موت ہے۔ لہٰذا دفعہ 298-A تعزیرات پاکستان کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 121 کے ساتھ پڑھا جانا اور گستاخانِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا موت مقرر کیا جانا ضروری ہے۔ حکومت پاکستان موقع کی نزاکت کو بھانپ کر اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے عوامل کا جائزہ لے جن سے مذہبی دہشت گردی پھیلتی ہے اور اس نازک ترین صورت حال میں پارلیمنٹ سے گستاخانِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا دفعہ 298-A تعزیراتِ پاکستان میں 3 سال سے بڑھا کر سزائے موت مقرر کرے تا کہ عدالتوں کو گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کو سزائے موت

سنانے کا اختیار مل سکے اور آئندہ کوئی مذہبی جنونی گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کرے اور مذہبی دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے۔

مزید برآں جرائم کی فہرست میں چند جرائم ایسے ہیں جو نوعیت کے لحاظ سے گستاخی صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم سے بہت کم درجہ کے ہیں لیکن تعزیرات پاکستان میں ان کی سزائیں دفعہ 298-A سے کہیں زیادہ ہیں۔مثلاً

- دفعہ 295-A تعزیرات پاکستان کے تحت اگر کوئی شخص کسی کے مذہبی شعائر یا مذہبی راہنما کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے تو اس کی سزا 10 سال قید ہے۔جبکہ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی سزا دفعہ 298-A میں نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ قابل ضمانت بھی ہے۔
- تعزیرات پاکستان کی دفعہ 500 کے تحت عام آدمی کی توہین پر پانچ سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ ہے۔جبکہ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی سزا دفعہ 298-A میں نہایت کم ہے۔

دوسری طرف قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا موت مقرر ہے اور اس کا مجرم مرتد اور زندیق ہے۔حکومت اگر مذہبی دہشت گردی کو ختم کرنے کی کوشش میں مخلص ہے تو فوری طور پر گستاخانِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا دفعہ 298-A تعزیراتِ پاکستان میں سزائے موت مقرر کرے تاکہ عدالتوں کو گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کو سزائے موت سنانے کا اختیار مل سکے اور آئندہ کوئی مذہبی جنونی گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کرے اور مذہبی دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے۔مزید برآں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنا گستاخ قرار دیا ہے لہٰذا 298-A کو 295-C کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور گستاخِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی سزا موت مقرر کی جائے تاکہ مذہبی دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑا جا سکے اور ملکِ پاکستان میں پائیدار امن قائم ہو سکے۔

0300-6501544

يَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

نیولبرلزم
سرمایہ دارانہ نظام کی بدترین قسم

عمر ابراھیم
(بشکریہ، ماہنامہ بیداری، حیدرآباد، نومبر 2017ء)

انسانی وجود کی مانند، معاشرے اور ریاست کی شیرازہ بندی میں روح اور جسم باہم کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انہیں عقائدی نظام اور بہترین انتظام کی اصطلاحات میں سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ دو اجزاء، عناصر یا محرکات فرد سے کائنات کی وسعتوں تک ہر عمل کی تکمیل کررہے ہیں۔ ایک روح کی مانند مستقل، ناقابل تغیر اور آفاقی، جبکہ دوسرا جسم کی مانند عارضی، قابل تغیر اور زمینی ہے۔ ان دونوں میں ہم آہنگی کا توازن ہی دنیا اور آخرت کی بہتر سے بہتر زندگی کا تعین کرتا ہے۔ اس وقت ریاستی وسیاسی سطح پر یہ توازن مکمل طور پر بگڑ چکا ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ توازن نظر ہی نہیں آرہا، تو زیادہ مناسب ہوگا۔

یہاں موضوع اسلامی ریاست کی روح یا الٰہیاتی نظام اور بہترین نظم ونسق ہے، جو ریاست وسیاست میں بگاڑ کا واحد علاج ہے۔ مگر اس سے پہلے مثال سے یہ سمجھنا مفید ہوگا کہ یہ عقائدی نظام اور ریاستی انتظام مغرب یا غیر مسلم دنیا میں کس طرح کام کررہا ہے، اور کس شکل میں موجود ہے۔

انسان کا عقائدی نظام چند بنیادی سوالات سے برآمد ہوتا ہے۔ سوال یوں ہیں کہ انسان کون ہے؟ انسان کے وجود کی غرض وغایت کیا ہے؟ یہ کائنات کس طرح وجود میں آئی؟ اس زندگی کی ابتدا اور غرض کیا ہے؟ یہ زندگی کس انجام سے دوچار ہوگی؟ علامہ محمد اسد ''اسلامی

ریاست اور مسلم حکومت'' میں لکھتے ہیں کہ ''جب تک زندگی کے یہ بنیادی سوالات حل نہیں کیے جاتے، ہم نیکی و بدی یا صدق و کذب یا خیر و شر کی اخلاقی قدر و قیمت متعین کرنے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب تک ہمیں انسان کی تخلیق و بقاء کی حقیقت و غایت کا اِدراک نہیں ہو جاتا، خواہ وہ علم حقیقی سے ہو خواہ علم قیاسی سے، اُس وقت تک نیک و بد، حق و باطل اور خیر و شر کا کوئی مفہوم ہم متعین کر ہی نہیں سکتے۔''

علامہ اسد سے لحۂ موجود تک مذکورہ سچائی عالمی منظرنامے پر بہت نمایاں ہو چکی ہے۔ یہ سوالات جہاں جیسے جوابات حاصل کر سکے، وہاں ویسے ہی حالات سامنے آئے۔ مغرب نے ان سوالات کے جو جوابات حاصل کیے، وہ چارلس ڈارون، نکولو مکیاولی اور سگمنڈ فرائیڈ کی تعلیمات میں یوں ہیں: انسان ایک معاشرتی جانور ہے۔ انسان کے وجود کی غرض و غایت زیادہ سے زیادہ لذات اور آسائشات والی زندگی کا حصول ہے۔ اس پُرتعیش زندگی کی خاطر ہی انسان کی ساری بھاگ دوڑ ہونی چاہیے۔ جانوروں کی مانند بقاء و طاقت کے لیے ہر جائز و ناجائز ذرائع کا بے دریغ و بے رحمانہ استعمال ہونا چاہیے۔ جنسی لذات ہی میں جذبات و احساسات کی تسکین کا سامان ہونا چاہیے۔ یہ کائنات بے مصرف ہے۔ انسان اور کائنات میں باہم کوئی بامعنی تعلق نہیں ہے۔ زندگی کی ابتدا حادثے کا نتیجہ ہے، یہ یوں ہی حادثاتی طور پر ختم ہو جائے گی۔ جو کچھ بھی ہے، وہ یہی زندگی اور اس کے مادی حاصلات ہیں۔

غرض، مغرب کے فکری و عقائدی نظام میں الٰہیات اور اخلاقیات کا کچھ عمل دخل نہیں۔ مادہ ہی اس کا عقیدہ ہے۔ جسم کی لذات نے روح کی لطافت اور نفس کا اطمینان فنا کر دیا ہے۔ اس فکر کا مرکز مال ہے۔ فرد سے ریاست تک یہ عقیدہ مال مرتکز ہے۔ اسے نیولبرل ازم کے فلسفے میں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی جدید ترین اور بدترین قسم ہے۔ یہ عالمی مالیاتی اداروں اور کارپوریشنز کا ایسا نظام ہے، جو فرد سے ادارے تک ہر شے خرید لیتا ہے۔ اس نظام کے تحت پوری دنیا ایک آزاد منڈی ہے۔ یہاں انسانی اقدار، روایات، ثقافتیں، تہذیبیں، خاندان، احساسات اور افراد سب برائے فروخت ہے۔ یہ مال کی عالمی حکمرانی کا نظام ہے۔ یہ ہر حکومت، ہر ادارے اور ہر منڈی پر حاکم ہے۔ کوئی قانون، اقتدارِ اعلیٰ یا آئین راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ یہ

عالمگیر حاکمیّت مقامی نام نہاد حکومتوں کا سارا انتظام بالواسطہ طور پر چلاتی ہے۔

اس سال موسم گرما میں انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ کے اجلاس میں ’’نیولبرل ازم‘‘ پر ایک طویل و تلخ مباحثہ ہوا۔ اس موقع پر تین ماہرین نے ریسرچ پیپر پیش کیا، جس میں نیولبرل ایجنڈا بیان کیا گیا۔ یہ ایجنڈا دنیا بھر کی معیشتوں کو قومی ضابطوں سے آزاد کرنے کا نام ہے۔ یہ مقامی حکومتوں پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ نجکاری اور سخت معاشی پالیسیوں کے ذریعے ریاست پر اجارہ داری محدود سے محدود تر کریں اور تمام قومی اداروں کو عالمی مالیاتی اداروں اور کارپوریشنز کے بالواسطہ تصرف میں لے آئیں۔ رپورٹ میں تسلیم کیا گیا کہ نیولبرل ازم کے فروغ سے عالمی عدمِ مساوات میں اضافہ ہوا۔ آسٹریائی برطانوی ماہر معاشیات فریڈرک ہائیک ’’نیولبرل ازم‘‘ کا خالق ہے۔ ہائک کے اس نظریے کی بنیادی منطق یہ ہے کہ جب تک منڈی میں مناسب بھاؤ نہ لگے، انسان بے وقعت ہے۔ انسان کی اقدار، جذبات، خیالات، عقائد، صلاحیتوں اور احساسات کی قدر و قیمت صرف منڈی کے معیار پر متعین کی جاسکتی ہے۔ ہر انسان ایک پراڈکٹ ہے، جو منڈی میں برائے فروخت ہے۔ اگر کوئی انسان منڈی میں اپنے آنسو بھی نہیں بیچ سکتا تو وہ قابل توجہ نہیں۔ معروضی سچ صرف وہ ہے جسے مارکیٹ قبول کرے۔

مغرب کا عقائدی نظام فرد سے معاشرے اور ریاست تک جو صورت حال پیش کر رہا ہے، اُس پر حال کا امریکہ صادق آتا ہے۔ ایک ایسی ریاست، جہاں داخلی سطح پر انسان کی زندگی جانور کی مانند حرص و ہوس اور جرائم میں لتھڑی ہے۔ خارجہ سطح پر یہ ریاست جنگ و فساد برآمد کر رہی ہے اور عیش و عشرت فلما رہی ہے۔ یہ نیولبرل ازم کا بدترین نمونہ ہے۔ یہ عالمگیر انسانی معاشرہ بندی کا اہل نہیں۔۔ یہی وجہ ہے کہ کینیڈا اور اسکینڈے نیویا ریاستوں میں ترامیم و اضافوں کے بعد، الٰہیاتی اقدار کی پیوندکاری سے انسان کا مقام و مرتبہ بڑھایا گیا ہے۔ فلاحی ریاست کا اسلامی نظام اختیار کیا گیا ہے۔ یہ سود زدہ سرمایہ دارانہ معیشت کے نقصانات اور معاشرتی حیوانیت کے مضر اثرات کم کرنے کی کوششیں ہیں۔

دوسری جانب مسلمان ریاستیں سیاسی و حکومتی سطح پر بدترین مثالیں ہیں۔ یہ الٰہیاتی احکام کی نافرمان اور ریاستی انتظام کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ یہ محض غلام حکومتیں اور نافرمان

سیاستیں ہیں۔ تاہم مسلمان خاندانی و معاشرتی دائرے میں عقائدی نظام کے بہتر حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اسلامی ریاست کے بغیر بھی سب سے زیادہ فروغ پانے والا دین اور تہذیب ہے یہی تہذیب مسلمان سوادِاعظم میں موجود ہے، مسلمان معاشروں کے سروے یہی بتاتے ہیں۔ یہی اسلامی ریاست کا امکان ہے۔ یہ اسلامی ریاست کیا ہے؟

اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کا بنیادی اور جوہری فرق یہ ہے کہ اسلامی ریاست پر اللہ کی حاکمیّت قائم ہوتی ہے، اللہ کا نظام قائم ہوتا ہے، اللہ کا قانون نافذ ہوتا ہے۔ جبکہ غیر مسلم ریاست میں انسان کی حاکمیّت قائم ہوتی ہے، انسان کا نظام قائم ہوتا ہے، انسان کا قانون نافذ ہوتا ہے۔ یہ سیدھا سا پیمانہ ہے، جس سے کسی بھی ریاست کا اسلامی یا غیر اسلامی ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ جہاں خدا کا قانون نافذ ہو، وہی اسلامی ریاست ہے۔ جہاں خدا کا قانون نافذ نہ ہو، وہ اسلامی ریاست نہیں۔ اسلامی ریاست کا عقائدی نظام یعنی الٰہیاتی دین زندگی کے بنیادی سوالات پر بہت ہی اعلیٰ وارفع تفہیمات اور اقدار فراہم کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے: انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مالکِ کائنات کا نائب ہے۔ زمین پر اللہ کا نائب ہے۔ اللہ کا خلیفہ ہے۔ اس اعلیٰ وارفع کام کی ادائیگی پر انعام واکرام کا حقدار ہے۔ اس عزوشرف سے انکار پر ناکامیوں ونامرادیوں کا سزاوار ہے۔ کوئی گورا کسی کالے سے بالاتر نہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی یا کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اللہ کی نیابت وخلافت کا مقصد عدلِ اجتماعی کا نفاذ ہے، تاکہ باقی کائنات کی مانند زمین کا نظام بھی حکومتِ الٰہیہ پر قائم ہو، جو ہر نقص اور خرابی سے دور ہو۔

اسلام کا یہ عقائدی نظام ریاستی انتظام کا راہنما ہے۔ ریاست کے عمدہ نظم ونسق کے لیے بہترین طریقے اختیار کرنا لازم ہے۔ اسلامی ریاست کا شہری نظام جدید ترین ہونا چاہیے۔ اسلامی ریاست کا زرعی نظام بہترین ہونا چاہیے۔ شاہراہوں اور نہروں کے جال، پل اور دیگر انتظامی ڈھانچہ مکمل اور مستحکم ہونا چاہیے۔ فنِ تعمیر اور صنعت وحرفت کے جدید ترین طریقے اپنائے جانے چاہئیں، مگر عقائدی روح مجروح نہیں ہونی چاہیے۔ اس کی سادہ اور سامنے کی مثال ایک تجربے میں نظر آتی ہے۔ آپ جب بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں تو بہترین انتظامی سہولیات پر اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ مگر جب خانہ کعبہ کے عقب میں اُفق پر مغربی طرز کا غیر ضروری واچ ٹاور ایستادہ دیکھتے ہیں

اور اُس کے جلو میں پُرتعیش مہنگے ترین ہوٹلوں کا جم غفیر دیکھتے ہیں تو روح پر ناگوار گزرتا ہے۔

اسلامی ریاست کا سیاسی نظام کیا ہو؟ یہ سب سے اہم سوال سمجھا جاتا ہے۔اس کے جواب میں لوگ کافی اُلجھتے رہے ہیں حالانکہ یہ بھی سادہ سا معاملہ ہے، جس کا تعلق عقیدے اور انتظام دونوں سے ہے۔عقیدہ کہتا ہے کہ سیاسی نظام اللہ کی حاکمیّت پر مبنی ہو۔ والیِ ریاست اللہ کا سب سے فرمانبردار بندہ ہو، اسے مسلمانوں کی رضامندی حاصل ہو۔ یہ رضامندی بھی رضائے الٰہی کی پابند ہو۔ان فرمانبرداریوں کا بھرپور انتظام کیا گیا ہو۔ان فرمانبرداریوں کی حفاظت وتوقیر کا نظام مستحکم ہو۔قوانین وضع کیے جائیں، ان کا اطلاق یقینی بنایا جائے۔حاکم اگر نافرمان ہو، مسترد کردیا جائے۔اگر رعایا نافرمان ہو، راہِ راست پر لائی جائے۔اسلامی ریاست وسیاست میں کسی کے لیے نافرمانی کا مجاز ہونا ممکن نہ ہو۔

خلافت راشدہ کی مثالوں سے یہ واضح ہے کہ خلیفہ یا نائب کا انتخاب براہِ راست عمومی رائے شماری سے نہیں کیا جاسکتا، بلکہ مقبول کردار اور اعلیٰ اوصاف کے افراد کا چناؤ ہی بہترین خلافت ونیابت یقینی بناتا ہے۔اسلام کا سیاسی نظام سیاسی نمائندوں کے کردار ومعیار پر کسی طور سمجھوتا نہیں کرتا۔ معیار وکردار کا اصرار وتقرر ہی وہ سیاسی وانتظامی جوہر ہے، جو دیگر سیاسی نظاموں سے اسلام کو ممتاز کرتا ہے۔لبرل جمہوریت سمیت کوئی بھی غیر اسلامی سیاست معیار و کردار کی ضمانت نہیں دے سکتی اور نہ ہی کبھی دے سکی ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سا کوئی دوسرا حکمران آج تک دنیا پیش نہ کرسکی۔ چاروں خلفائے راشدین کی حکومتیں اور اندلس کا سنہرا دور بہترین سیاسی وانتظامی صلاحیتوں کا مظہر ہے، کوئی دوسری نظیر آج تک پیدا نہ کی جاسکی۔ یہ حکومتیں اپنے ادوار کی بہترین عقائدی وانتظامی خصوصیات کا شاہکار تھیں۔

اسلامی ریاست کی روح زندہ اور جسم طاقتور وتوانا ہو، اس کے لیے اللہ کی نیابت میں زمین کے سامانِ زندگی کا بہترین انتظام ہو۔سچا اور امانت دار سیاست دان ہونا عام معیار ہو، نہ کہ وجہ حیرت وتمسخر ہو۔ یہی وہ اسلامی ریاست ہے جس کی ضرورت مسلم وغیر مسلم دونوں دنیاؤں کو ہے۔

محسنِ انسانیت نبیؐ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

ابو فیصل محمد منظور انور

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

جزیرۃ العرب جو کئی صدیوں سے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور جاہل معاشرے نے خانۂ خدا میں بھی بتوں کی پرستش شروع کر رکھی تھی، وہاں بعثت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانی زندگی میں ایسا تاریخی انقلاب آیا جس نے جہالت میں ڈوبی قوم کے سارے رسم و رواج ختم کر کے نہایت ہی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بنیاد رکھی۔ یہ ہادیٔ برحق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اعجاز تھا کہ اسی معاشرے میں صرف 23 برسوں میں ایسی شخصیات سامنے آئیں جن کے اخلاق و کردار کی نظیر تاریخ میں کم ہی ملتی ہے اور جن کے اوصاف حمیدہ رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے مشعل راہ ہیں کہ جو گمراہ معاشرے میں رہتے تھے ان کے اخلاق اور عادات و اطوار ایسے بدلے کہ وہی دنیا کے امام بن گئے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اعلان سے پہلے اور بعد میں اعلیٰ کردار کی جو مثالیں قائم کیں تاریخ انسانی میں نہ پہلے تھیں اور نہ بعد میں ظاہر ہوسکیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کی بہترین تعریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول میں فرمائی ہے کہ "کان خلقه القرآن" قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے محض قرآن مجید کی تعلیم نہیں دی بلکہ خود اس کا نمونہ

مجسم بن کر دکھا دیا تھا۔ جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا آپ ﷺ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا جس چیز سے اس میں روکا گیا آپ ﷺ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن صفات کو اس میں ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا سب سے زیاہ آپ ﷺ ان سے پاک تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھایا، جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کبھی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا، اپنی ذات کے لئے کبھی ایسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا جو آپ ﷺ کو پہنچائی گئی ہو۔ اِلا یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو توڑا گیا اور آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر اس کا بدلا لیا۔ اور آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جو دو کاموں میں سے ایک کا آپ کو انتخاب کرنا ہوتا تو آپ ﷺ آسان تر کام کو پسند فرماتے اِلا یہ کہ وہ گناہ ہو، اگر گناہ ہوتا تو آپ ﷺ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔

رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ واخلاق عالیہ اور خلق عظیم کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے قریب ترین رفقا میں سے ایک تھے، فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی زبان مبارک صرف اسی چیز کے لئے کھولتے جس سے آپ کو کچھ سروکار رہوتا، لوگوں کی دلداری فرماتے اور ان کو متنفر نہ کرتے اپنے اصحاب کے حالات کی برابر خبر رکھتے اور لوگوں کے معاملات بارے دریافت کرتے رہتے کسی قوم و برادری کا کوئی معزز شخص ملنے آتا تو اس کے ساتھ اکرام واعزاز کا معاملہ فرماتے اس کو اچھے اور اعلیٰ عہدے پر مقرر کرتے لوگوں کے بارے محتاط تبصرہ فرماتے بغیر اس کے کہ اپنی بشاشت اور اخلاق سے ان کو محروم فرمائیں آپ ﷺ طبعاً بدکلامی، بے حیائی اور بے شرمی سے دور تھے اور تکلّفاً بھی آپ ﷺ سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوتی تھی بازاروں میں آپ کبھی بھی بلند آواز نہ فرماتے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی پر دست درازی نہ فرمائی سوائے اس کے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا موقع ہو، کسی خادم یا عورت پر آپ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا میں نے آپ ﷺ کو کسی ظلم وزیادتی کا انتقام لیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی نہ ہو اور اس کی حرمت و ناموس پر آنچ نہ آئے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پامال کیا جاتا اور اسکے ناموس پر حرف آتا ہو تو

آپ اس کے لیے ہر شخص سے زیادہ غصہ ہوتے ۔دو چیزیں سامنے ہوتیں تو ہمیشہ آپ ﷺ آسان چیز کا انتخاب فرماتے۔اپنے دولت خانے پر تشریف لاتے تو عام انسانوں کی طرح نظر آتے ،اپنے کپڑوں کو صاف کرتے ، بکری کا دودھ دوہتے اور اپنی سب ضرورتیں خود انجام دیتے۔اچھی بات کی اچھائی بیان کرتے اور اس کو قوت پہنچاتے بری بات کی برائی کرتے اور اس کو کمزور کرتے۔ آپ ﷺ کا معاملہ معتدل اور یکساں تھا اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا تھا کسی بات سے غفلت نہ فرماتے اس ڈر سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی غافل ہونے لگیں اور اکتا جائیں۔ ہر موقع کے لئے آپ ﷺ کے پاس اس حال کے مطابق ضروری سامان تھا آپ کے قریب جو لوگ رہتے تھے وہ سب اچھے اور منتخب ہوتے تھے آپ کی نگاہ میں سب سے افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی اور اخلاق عام ہو سب سے زیادہ قدرو منزلت اس کی تھی جو ہمدردی ،غم خواری اور دوسروں کی مدد اور معاونت میں سبقت لے جانے والا ہو۔خدا کا ذکر کرتے ہوے کھڑے ہوتے اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے جب کہیں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی اسی جگہ تشریف رکھتے اور اس کا حکم بھی فرماتے اپنے حاضرین مجلس اور ہم نشینوں میں ہر شخص کو (اپنی توجہ اور التفات میں) پورا حصہ دیتے آپ کا شریک مجلس یہ سمجھتا تھا کہ اس سے بڑھ کر آپ کی نگاہ میں اور کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص آپ کو اس غرض سے بٹھا لیتا یا کسی ضرورت میں آپ سے گفتگو کرتا تو آپ نہایت صبر وسکون سے اسکی بات سنتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی بات پوری کر کے رخصت ہوتا اگر کوئی شخص آپ سے سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو بلا اس کی ضرورت پوری کیے واپس نہ فرماتے یا کم از کم نرم وشیریں لہجہ میں جواب دیتے۔آپ کا حسن اخلاق تمام لوگوں کے لیے وسیع اور عام تھا تمام لوگ حق کے معاملے میں آپ کی نظر میں برابر تھے آپ کی مجلس علم ومعرفت، حیا اور شرم،صبر اور امانت داری کی مجلس تھی نہ اس میں آوازیں بلند ہوتی تھی نہ کسی کے عیوب بیان کیے جاتے تھے نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی تھی سب ایک دوسرے کے مساوی تھے اور صرف تقوی کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی اس میں لوگ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحمدلی اور شفقت کا معاملہ کرتے ، حاجتمند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے مسافر اور نو وارد کی حفاظت کرتے تھے اور اسکا خیال رکھتے تھے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط وبشاشت کی ساتھ

رہتے تھے بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو تھے نہ سخت طبیعت کے تھے نہ سخت بات کہنے کے عادی تھے، نہ چلا کر بولنے والے، نہ عامیانہ اور متبذل بات کرنے والے نہ کسی کو عیب لگانے والے نہ تنگ دل بخیل، جو بات آپ کو پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور صراحتاً اس سے مایوس بھی نہ فرماتے اور اس کا جواب بھی نہ دیتے۔ تین باتوں سے آپ نے اپنے آپ کو بالکل بچا رکھا تھا ایک جھگڑا دوسرے تکبر اور تیسرے غیر ضروری اور لایعنی کام۔ لوگوں کو بھی تین باتوں سے آپ نے بچا رکھا تھا نہ کسی کی برائی کرتے تھے نہ اسکو عیب لگاتے تھے اور نہ اسکی کمزوریاں اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتے اور صرف وہ کلام فرماتے تھے جس پر ثواب کی امید ہوتی تھی جب گفتگو کرتے تھے تو شرکاء مجلس ادب سے اس طرح سے سر جھکا لیتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں جب آپ خاموش ہوتے تب یہ لوگ بات کرتے آپ کے سامنے کبھی نزاع نہ کرتے اگر آپ کی مجلس میں کوئی شخص گفتگو کرتا تو بقیہ سب لوگ خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات ختم کر لیتا آپ کے سامنے ہر شخص کی گفتگو کا وہی درجہ ہوتا جو ان کے پہلے آدمی کا ہوتا (کہ پورے اطمینان سے اپنی بات کہنے کا موقع ملتا اور اسی قدردانی اور اطمینان کیساتھ اسے سنا جاتا) جس بات سے سب لوگ ہنستے اس پر آپ بھی ہنستے جس سے سب تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے۔ مسافر اور پردیسی کی بے تمیزی اور ہر طرح کے سوال کو صبر وتحمل کے ساتھ سنتے یہاں تک کہ آپ کے اصحاب کرامؓ ایسے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے تا کہ آپ پر کوئی بار نہ ہو۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تم کسی حاجت مند کو پاؤ تو اس کی مدد کرو۔ آپ مدح وتعریف اسی شخص کی قبول فرماتے جو اعتدال میں رہتا کسی کی گفتگو کے دوران کلام نہ فرماتے اور اس کی بات کبھی نہ کاٹتے ہاں اگر وہ حد سے بڑھنے لگتا تو اس کو منع فرما دیتے یا مجلس سے اٹھ کر اس کی بات قطع فرما دیتے آپ ﷺ سب سے زیادہ فراغ دل کشادہ قلب راست گفتار نرم طبیعت اور معاشرت ومعاملات میں نہایت درجہ کریم تھے جو پہلی بار آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا آپ کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ کا فریفتہ اور دلدادہ ہوتا جاتا آپ ﷺ کا ذکر خیر کرنیوالا کہتا ہے کہ آپ جیسا کوئی شخص نہ آپ سے قبل دیکھا نہ آپ کے بعد۔

حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اوصاف کریمہ اور خصائل شریفہ کا ذکر ہند بن ابی حالہ نے

(جواُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اور حضرت حسن وحسین کے ماموں ہیں) بہت جامع اور بلیغ انداز میں کیا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت آخرت کی فکر میں اور امور آخرت کی سوچ میں رہتے اس کا تسلسل قائم تھا کہ کسی وقت آپ کو چین نہیں ہوتا تھا اکثر طویل سکوت اختیار فرماتے بلا ضرورت کلام نہ فرماتے گفتگو کا آغاز فرماتے تو دہن مبارک سے اچھی طرح الفاظ ادا فرماتے اور اسی طرح اختتام فرماتے۔آپ کی گفتگو اور بیان بہت صاف، واضح اور دوٹوک ہوتا نہ اس میں غیر ضروری طوالت ہوتی نہ زیادہ اختصار۔آپ نرم مزاج اور نرم گفتار تھے درشت خو اور بے مروّت نہ تھے نہ کسی کی اہانت کرتے اور نہ اپنے لیے اہانت پسند کرتے تھے نعمت کی بڑی قدر کرتے تھے اور اس کو بہت زیادہ جانتے خواہ کتنی ہی قلیل ہو کہ آسانی سے نظر بھی نہ آئے اور اسکی برائی نہ فرماتے۔کھانے پینے کی چیزوں کی برائی کرتے نہ تعریف۔دنیا اور دنیا سے متعلق جو بھی چیز ہوتی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہ آتا لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکتی تھی یہاں تک کہ آپ اسکا بدلہ لے لیتے آپ کو اپنی ذات کیلئے غصہ آتا نہ اسکے لیے انتقام لیتے جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کیساتھ اشارہ فرماتے جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو اسکو پلٹ دیتے گفتگو کرتے وقت داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ملاتے غصہ اور ناگواری کی بات ہوتی تو روئے انور اس طرف سے بالکل پھیر لیتے اور اعراض فرما لیتے خوش ہوتے تو نظریں جھکا لیتے آپ کا ہنسنا زیادہ تر تبسم تھا جس سے صرف آپ کے دندان مبارک جو بارش کے اولوں کی طرح صاف وشفاف تھے ظاہر ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی آپ نے کبھی میری کسی بات پر اُف تک نہ کی، کبھی میرے کسی کام پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں کیا اور نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں نہ کیا۔(بخاری ومسلم)

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَر — مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نوّرَ الْقَمَر

لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّه — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مسائل میراث اور
ہمارے اُجڑتے خاندان
(حصہ چہارم)

حافظ مختار احمد گوندل

قرآن کریم عورت کو تخلیق و کفاف، ایمان و اعمال، زواج و معاد اور حقوق و فرائض، میں جنسیت سے ماوریٰ ایک مساوی حیثیت عطا کرتا ہے۔

یٰـاَیُّهَا النَّـاسُ اِنَّـا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌO (13:49)

’’اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تم میں قومیں اور قبیلے قرار دیے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (یہ برتری کی نشانی نہیں)، اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔‘‘

جنسیت، قوم و قبیلہ، رنگ و نسل، مال و دولت اور مقام و مرتبہ یہ سب فضیلت کا سامان نہیں۔ بڑائی اور تقرب الٰہی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

مَـنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ O(16:97)

’’جو بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور انہیں ضرور ان کا اجر بھی عطا فرمائیں گے اُن اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔‘‘

اِنَّ الۡـمُسۡلِمِیۡنَ وَ الۡمُسۡلِمٰتِ وَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡقٰنِتِیۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ وَالـصّٰـدِقِیۡنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیۡنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالۡخٰشِعِیۡنَ وَالۡخٰشِعٰتِ وَالۡـمُتَصَدِّقِیۡنَ وَالۡـمُتَصَدِّقٰتِ وَالـصَّـآئِـمِیۡـنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالۡحٰفِظِیۡنَ فُـرُوۡجَهُـمۡ وَ الۡحٰفِظٰتِ وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰهَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُـمۡ مَّغۡفِرَةً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًاO (33:35)

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، خدا کے اطاعت گزار مرد اور خدا کے اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں، صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، پاکدامن مرد اور پاکدامن عورتیں، اور کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے خدا کو یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے''۔

وَ الۡـمُـؤۡمِـنُـوۡنَ وَالۡـمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُـمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوةَ وَ یُطِیۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ اُولٰٓئِکَ سَیَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ (9:71)

''مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں؛ وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا''

اسی طرح سورہ نور کی آیت 26 اور 31 میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی آنکھوں کو نیچی رکھنے اور اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم یکساں طور پر دیا گیا ہے۔ ہر ایک کا وجود دوسرے کے لئے مایہ آرام وسکون اور رحمت ومودت کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

اسلام نے نزولِ وحی کے زمانے میں حقوقِ نسواں کے حوالے سے بڑے اقدامات

کئے اور اُس زمانے میں جامع احکام عطا کر کے عورت کے مقام کو ارتقاء بخشا۔

تقسیم میراث وہ اہم فریضہ ہے جس پر عمل نہ کرنے کو عام طور پر کوتاہی تصور نہیں کیا جاتا۔ اس اہم فریضہ کو ترک کرنے والے عام ہیں۔ کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کے ترکہ پر کوئی ایک وارث یا چند ورثاء مل کر قابض ہو جاتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دوسروں کا حق کھانا حرام ہے اور حرام کھانے پر جہاں آخرت میں عذاب ہوگا وہیں عزیز و اقارب میں تلخیاں اور نزاع جیسے دنیا میں بھی اس کے بڑے نقصانات ہیں۔ دین سے دوری کا سبب حرام مال کھانے میں ہے، کسی دوسرے کا حق کھانا گناہ کبیرہ ہے اور یہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک حقدار سے اس کا حق معاف نہ کرایا جائے معاف نہیں ہوگا۔ اللہ رب العزت حقوق اللہ کو معاف فرما دیں گے مگر حقوق العباد (بندوں کے حقوق) اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک وہ معاف نہ کرے جس کے حقوق تلف ہوئے ہیں۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد، بعض صورتوں میں تو خود عورت بھی ظلم کا ارتکاب کر کے جہنم کا ایندھن جمع کر رہی ہوتی ہے، جب وہ پورے مال و جائیداد پر بے دریغ قبضہ کر لے اور دیگر ورثاء کو ان کا حق نہ دے۔ مطلب یہ کہ میراث کی صحیح تقسیم نہ ہونے کی وجہ سے جس کے ہاتھ میں جو آجائے وہی اس کا مالک ہو جائے۔

تجرّد اور وراثت

اقوام عالم میں تجرد کی زندگی گزارنے والے آج بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ ہندوؤں میں جوگیوں، مسیحیت میں راہب اور راہباؤں خصوصاً کلیسا کے ذمہ داروں کے لیے تو تجرد کو لازمی سمجھا گیا۔ چنانچہ کلیسا میں مرد اور عورت دونوں ایک غیر فطری مجرد زندگی گزارتے ہیں، جس سے سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان مسیحی کلیساؤں میں جنسی بے راہ روی اتنی زیادہ ہے کہ عالم عیسائیت نے ہم جنس روابط کو بھی حقوقِ انسانی میں شمار کر لیا ہے لیکن مغربی معاشرہ آج بھی خاندانی استحکام سے عاری ہے، جبکہ اسلام میں تجرد کی زندگی سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ معاشرہ کی بنیاد خاندان اور خاندان کی بنا نکاح ہے۔ جس سے نوع انسانی کی فلاح اور احکام اسلامی کا احیاء ہے۔ خصوصاً تقسیم وراثت میں خاندانی قرابتوں کو ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

تجرد کی زندگی سے ممانعت کے بارے میں ارشاداتِ نبوی ﷺ:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا آكُلُ اللَّحْمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا أَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَصُومُ فَلَا أُفْطِرُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا، لَكِنِّي أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

''نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گا اور ایک نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور ایک نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا اور ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے خطبہ میں اللہ تعالیٰ حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: اُن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جنھوں نے اس طرح اس طرح کہا ہے۔ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا اور میں نے شادی بھی کی ہے۔ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں''۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ التَّبَتُّلِ

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجرد (بغیر شادی رہنے) سے منع فرمایا''

ہمارے معاشرے میں تقسیم وراثت کا خوف بھی نکاح میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لیے کہ بعض خواتین کی شادیاں اس لیے نہیں ہو پاتیں کہ ان کے ساتھ وراثت کا ایک معتد بہ حصہ بھی جائے گا۔

اگر ہندوؤں میں دیوداسی یعنی لڑکی کی شادی کسی دیوتا سے کر دینا ہے، تو یہ مذموم رسم بعض مسلمانوں میں بھی بیٹیوں کی شادی قرآن سے کر دینے کی صورت میں موجود ہے۔ تقسیم وراثت کے خوف اور اس ہوس کو مختلف حیلوں بہانوں سے چھپایا (CAMOUFLAGE) جاتا ہے۔ کبھی ذات پات، کبھی تعلیم، کبھی قد وقامت اور کبھی ظاہری حسن آڑے آجاتا ہے اور اسی معیار

کوتلاش کرتے کرتے عمر بیت جاتی ہے اور عمر زیادہ ہوجائے تو مردوں کی نسبت خواتین کے لیے تو نکاح کے امکانات بھی معدوم ہوجاتے ہیں۔ نہ سنت انبیاء یاد رہتی ہے اور نہ ہی خاندان کی بقاء۔ حالانکہ خاتم الانبیاء ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں صرف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کنواری بیوی تھی جونوعِ انسان کے لیے ایک دائمی درسِ ہے۔ تاہم زوجیت کے حوالہ سے وراثت صرف خاوند یا بیوی کو ہی ملتی ہے یعنی زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔ کفاف یعنی حاجات اصلیہ یا بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس، مکان کے علاوہ اسلام نے ازدواجی زندگی کو بھی شامل کیا ہے، جس میں روحانی ونفسیاتی سکون مل سکتا ہے جیسا کہ ''محاضرات معیشت و تجارت'' کے صفحہ 151 پر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب تحریر کرتے ہیں:

> ''یہی وجہ ہے کہ خلفائے اسلام نے بار بار ناداروں کی متأہلانہ زندگی کے اخراجات سرکاری وسائل سے ادا کیے۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی ہدایت تھی کہ بیت المال میں سال کے ختم پر جو وسائل بچ گئے ہوں ان سب کو خرچ کر کے جو غیر شادی شدہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں ان سب کی شادی کرادی جائے۔ اگلے سال اطلاع ملی کہ مزید وسائل بچ گئے ہیں اور سب شادی شدہ نوجوان لڑکے لڑکیاں شادی کے فرض سے فارغ ہوگئے ہیں۔ تو حکم دیا کہ جتنے غیر مسلم نوجوان لڑکے لڑکیاں ہیں ان کی شادیاں کرادی جائیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام حاجاتِ اصلیہ کے بارے میں کیا رویہ رکھتا ہے۔''

خاندانی ذمہ داریاں ادا کرنا ــــ شاہِ کلیدِ امن

موجودہ ردّ الفساد حکومتی کاوشوں میں جہاں دیگر کارروائیاں جاری ہیں وہاں ایک بہت بڑا خلا ترغیبی عناصر کی طرف عدمِ توجہ کا بھی ہے۔ اسلام کا مزاج ترہیب کے ساتھ ساتھ ترغیب کا بھی ہے۔ الٰہی تعلیمات میں جنت و دوزخ کا قرآن پاک میں بار بار تذکرہ فطرتِ انسانی کا صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے اور معتدل مزاج رہنے کا بہترین نسخہ ہے۔

ظفر اس کو نہ بندہ جانئے گا جسے اتنا نہ ہو فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

خاندانی اصلاح و بقاء کی نفسیات کی عملی مثال خیر خواہانِ امت مسلمہ کی شب و روز کی وہ مساعی ہیں جو انہیں چار دانگ عالم میں لئے پھرتی ہیں۔ شب زندہ داری، فغان نیم شبی واشکباری صرف اپنے لئے نہیں بلکہ بنی نوع انساں کے لیے ہے، تاکہ تمام انسان ہدایت پا کر جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

یہ تو ایک طے شدہ بات ہے کہ دنیاوی و اُخروی تمام کامیابیوں کا راستہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی صورت میں عطا فرما دیا ہے اور اسلام کے احکامات پر عمل کر کے ہی ہم دنیا اور آخرت میں آرام وسکون حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام سے دوری کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے اسلام کو محض چند عبادات تک ہی محدود کر لیا اور باقی معاملات میں اسلامی احکامات کو یکسر فراموش کر دیا بلکہ یوں سمجھا جانے لگا کہ جیسے ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلام نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو اور باقی معاملات کی طرح شادی جیسے اہم معاملے میں بھی اسلام کی تفصیلی تعلیمات موجود ہیں جن پر عمل کا نتیجہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور ان سے اعراض کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ شاید ہی کوئی گھرانہ محفوظ ہو، ورنہ شادی کے کچھ ہی عرصہ میں فریقین کی طرف سے اعتراضات اور نزاع واختلافات کا لامحدود سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو بعض اوقات علیحدگی پر ختم ہوتا ہے۔ ان ناکامیوں کی بنیادی وجہ تو اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہی ہے جو رشتے کی تلاش سے لے کر میاں بیوی کے حقوق وفرائض اور گھریلو معاملات تک ہر موقع پر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ البتہ یہاں راقم السطور ایسے اسباب مختصراً عرض کرنا چاہتا ہے جن کو آج کل اکثریت ملحوظِ خاطر نہیں رکھتی، نہ اس طرف متوجہ ہوتی ہے، الّا ماشاءاللہ:

ابتدا میں جو غلطی کی جاتی ہے وہ یہ کہ لوگ دیندار رشتے تلاش کرنے اور دینداری کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی بجائے، حسن و جمال، دولت وشہرت، نوکری و کاروبار، زمین و جائیداد، تعلیم و ہنر (دینی نہیں دنیاوی) کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور اس میں بھی معیار اتنا بلند کہ تلاش کرتے کرتے عمر ہی بیت جائے۔ بالخصوص امارت کو تو بہت زیادہ ترجیح حاصل ہے کوٹھی ہو، بنگلہ ہو، کار ہو وغیرہ۔ اس کے برعکس اس بارے میں جاننے کی کوشش ہی نہیں کی جاتی کہ لڑکا دیندار بھی ہے یا نہیں بلکہ اگر

لڑکا دیندار ہو تو اس کو قابلِ ترجیح نہیں سمجھا جاتا، بالخصوص باریش افراد کے ساتھ تو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اور اگر رشتہ کی بات چل ہی پڑے تو طرح طرح کی چہ میگویاں اور اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، کہیں لڑکی پر پابندیاں تو نہیں لگائے گا، باقی رہی سہی کسر نکاح کے موقع پر پوری کر دی جاتی ہے، بعض مال و اسباب کی ہوس میں مبتلا خاندانوں میں اگر انہیں مطلوبہ اہداف سے انکار کا خطرہ ہو تو نتائج کی پروا کیے بغیر اور خوف خدا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے موقع ملے تو از خود یا نکاح خوان سے ملی بھگت کرتے ہوئے ایسی من مانی شرائط کہ جس سے 'حتــی زرتـم المقابر' کی منزلیں ایک جست میں طے ہو جائیں، لکھوالی جاتی ہیں تاکہ آسودہ حالی کے خوابوں کی عملی تعبیر جلد مل جائے یوں روز اول سے ہی 'منزل ما دو رنیست' والی سمت کی جانب رہروان شوق کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ یعنی 'گربہ کشتن بہ روز اول' والی کیفیتوں سے دوچار لوگوں کے دلوں میں ہوک اٹھتی ہے اور اچھے وقت آنے کی امید پر زندگی کی ناؤ منجھدار میں رواں دواں رہتی ہے لیکن حالات کی ستم ظریفی سے جب ضبط کے یہ بندھن ٹوٹنے لگتے ہیں تو مظلومیت کے ایسے پیکروں اور ایسے گنج ہائے گراں مایہ سے خفتگان خاک کے دیس لبریز ہوتے جاتے ہیں۔ گھریلو ناچاقیوں سے بچنے کی غرض سے دنیا چھوڑنے تک کی طویل خاموشیاں اختیار کر لی جاتی ہیں۔ البتہ 'بــأیّ ذنــب قتـلـت' کی دلدوز صدائیں زندہ انسانوں کے کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ 'فـاعتبـرو یا اولـی الابـصـار'! کوئی بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کی جرأت بھی نہیں رکھتا اور ان خفتگان خاک کو ہی کوسنا اور برباد زندگیوں کا ملبہ انہیں پر ڈال دینا بھی ایک چلن بن جاتا ہے۔ کون اس دیار سے واپس آ کر اپنے اوپر لگنے والے ان الزامات کی صفائی دے گا۔ یوں غموں کی برسات اور دلوں کی یہ آگ ہمیشہ سلگتی رہتی ہے۔ دینداری کا لحاظ رکھنے والے لوگ بھی تو صرف چند ظاہری عبادات کو ہی دینداری سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ دینداری کا معیار تقویٰ ہے۔ سفر و حضر میں، باہمی تعلقات و معاشرت میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے موافق پوری طرح زندگی بسر کرنے کے معیار پر پرکھتے ہوئے رشتے استوار کرنے کو ترجیح دینی چاہیے۔ پھر نباہ کا حوصلہ بھی تو ہونا چاہیے، دنیوی خواہشات وضروریات کا لحاظ ضرور رکھیں لیکن دینداری کو بہر حال مقدم سمجھیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام

بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس شخص سے اس کا نکاح کردو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا'' (مشکوٰۃ)۔

اس فساد کا عملی نمونہ تو آج بھی کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''چار چیزیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، مال، اس کی حیثیت، اس کی خوبصورتی، اور دینداری، پس تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لا، تاکہ تیری کامیابی وفلاح ہو'' (مشکوٰۃ)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بندہ مومن نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو'' (ابن ماجہ)۔

معاشرہ میں اسی معیار کو اپنا کر ہی اچھی زندگیاں بسر کی جاتی ہیں۔ ورنہ رشتوں کا تقدس ختم ہو جائے، خاندان بکھر جائیں، مغربی اقدار در آئیں، انارکی پھیل جائے اور باہمی محبت ومودّت مفقود ہو جائے۔ اسی سے تقویٰ کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ جو آدمی دیندار نہیں، شریعت کے احکامات پر عمل نہیں کرتا، اللہ کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ بندوں کے حقوق کیا ادا کرے گا، جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے وفا نہیں کرتا وہ اس کے بندوں سے کیا وفا کرے گا، جو اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں کی قدر نہیں کرتا وہ انسانوں کے احسانات کی کیا قدر کرے گا اور جو اپنوں کا نہیں بنتا وہ غیر کے گھر جا کر کیسے گل کھلائے گا۔ القصہ اس کا حال   جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

والا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایک وجود میں آنے والے نئے خاندان کی تشکیل میں بھی فریب، حرص وہوا کا غلبہ ہو تو پھر وراثتوں کی تقسیم میں کہاں عدل وانصاف ہوگا۔ جب کوئی فریق محض حصول جلب وزر کو ہی مقصود بنالے اور جائز وناجائز ذرائع استعمال کرتے ہوئے پورے گھر کا صفایا کر کے ہر چیز پر قبضہ جمالے تو وراثت کی تقسیم کس طرح ہوگی۔ نہ مال وجائیداد باقی رہے بلکہ اسے ایسے غائب کیا جائے جیسے گدھے کے سر سے سینگ تو تقسیم کہاں یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، والی کیفیت ہوگی۔ لیکن خدائے عز وجل کا نظام بھی کامل واکمل ہے۔ وہ بھی ناقدری و ناشکری کے باعث اپنی نعمتوں کو چھین لیتا ہے اور تنہائیوں کے ایسے عبرت آمیز اور روح فرسا صدموں سے دوچار کر دیتا ہے کہ خود ان کی یہ زندگی بھی جہنم بن جاتی ہے۔ احساسِ مروّت کی جگہ

حسد ورقابت، نفرت وعداوت اور کدورت ولسانی غلاظت وطیرہ بن جاتی ہے۔

حقوق ومعاہدات بطور ترکہ

جدید فقہی تعریفات میں وہ تمام حقوق ومعاہدات بھی ترکہ میں شامل ہیں جن کی ضمانتیں حکومتیں دیتی ہیں اور جن کا حصول عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے بھی ممکن ہے۔ ملازمین کی کل تنخواہ (جو حالت حیات میں انہیں موصول ہوئی)، وہ تمام فنڈز جو ان کے نام پر کسی بھی مد میں جمع ہوئے ہوں اور بصورت وفات ان کی تنخواہ کا وہ مؤجل حصہ جو باقاعدہ اعلان کردہ قواعد ملازمت میں تحریری حکومتی مراعات یعنی گریجویٹی، پنشن، انشورنس، پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ (DEATH PACKAGES)، ایسے قانونی مالی حقوق ہیں جن کی ادائیگی اداروں، عاقلہ اور موجودہ حکومت کا فرض ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں عدالتی چارہ جوئی کا حق بھی ورثاء کو حاصل ہے اور عدالتیں انہیں ان حقوق کی ادائیگی کی ضمانت فراہم کرتی ہیں۔ یہ سب ان ملازمین کا ترکہ بنے گا اور اس میں تمام ورثاء اپنے اپنے حصہ شرعی کے حقدار ہوں گے۔ اور بعض اوقات ارباب حکومت اپنے خصوصی اختیارات سے کام لیتے ہوئے ان مقررہ مراعات کے علاوہ بھی بعض خصوصی حالات میں ہنگامی طور پر کچھ غیر معینہ اور قواعد ملازمت میں غیر تحریری اضافی مراعات کا اعلان بھی کر دیتے ہیں، تاہم ایسی مراعات کا اعلان جن ورثاء کے حق میں کیا جائے گا اور جن کے لئے منظور کی گئی ہیں وہی اس کے مالک ہوں گے، بقیہ ورثاء کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بطور انعام متصور ہوں گی۔ ہمارے معاشرہ میں صاحب ثروت افراد بھی ایسے حالات میں مرحومین کے لواحقین کے لیے مالی تعاون کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن جن مالی فوائد کا آغاز ملازمت کے موقع پر بطور تحریری حکومتی معاہدہ کے ہوتا ہے اس کی ضمانت تو اعلیٰ عدلیہ بھی فراہم کرتی ہے اس کے ترکہ ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ اب سپریم کورٹ نے بھی ان واجب الوصول مالی معاہدات کو عدم وصولی (عدم قبضہ) کے باوجود انہیں اثاثہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ ورثاء ان کی وصولی کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اپنی تصنیف ''شیئرز کی خرید وفروخت'' کے صفحہ 24 پر 'شیئرز کا قبضہ کے عنوان' سے تحریر کرتے ہیں:

''یہ کاغذ جس کو ہم شیئرز سرٹیفکیٹ کہتے ہیں اس کا سرٹیفکیٹ کا نام 'شیئر' نہیں، بلکہ

شیئر اس ملکیت کا نام ہے جو اس کمپنی کے اندر ہے اور یہ سرٹیفکیٹ اس ملکیت کی علامت اور اس کا ثبوت اور اس کی شہادت ہے۔ لہٰذا اگر فرض کریں کہ ایک شخص کی ملکیت تو اس کمپنی میں ثابت ہوگئی لیکن اس کو ابھی سرٹیفکیٹ نہیں ملا، تب بھی شرعی اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص اس کا مالک ہوگیا۔''

صفحہ 28 پر وہ تحریر کرتے ہیں:

''نقد کے اندر واجب الوصول قرضے، بنک بیلنس، شیئرز، سیکورٹیز مثلاً پرائز بونڈ، ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ سب داخل ہیں۔''

اسی طرح کسی سکیم میں پلاٹ کی خرید کے لیے درخواست دے رکھی ہے اور مورث کی وفات کے بعد قرعہ اندازی کی صورت میں اس کے نام کوئی پلاٹ نکل آئے، کتب کے حقوق اشاعت اور دورانِ ملازمت وفات پانے والے سرکاری ملازمین کے پسماندگان کے لیے حکومت کی طرف سے مرحوم ملازمین کی اجرت کا موجل حصہ وغیرہ۔ یہ امر اب مسلم ہے کہ وہ اثاثہ جات جو معاہدات کی صورت میں ہیں مورث کا ترکہ ہے۔ (جاری ہے)

رپورٹ

قرآن اکیڈمی جھنگ کے قرآن آڈیٹوریم میں

مؤرخہ 9 نومبر 2017ء کو سکول/ کالجز کے طلبا کے مابین

کلامِ اقبال باترنم اور تحت اللفظ پڑھنے کا مقابلہ

بزم اقبال جھنگ کے زیر اہتمام حکیم الامت، شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے کلام اور شاعری وافکار سے عوام الناس کو روشناس کروانے کے لئے مورخہ 9 نومبر 2017ء کو قرآن اکیڈمی جھنگ کے ’قرآن آڈیٹوریم‘ میں جھنگ کے مقامی سکولز اور کالجز کے طلبا کے مابین کلام اقبال باترنم اور تحت اللفظ پڑھنے کے مقابلے کی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت معروف وممتاز ماہر تعلیم جناب پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اسلم ضیاء صاحب، پرنسپل (ر) گورنمنٹ غزالی کالج جھنگ نے کی۔ تقریب کے مہمان خصوصی محترم پروفیسر مہر غلام محمد جھگڑ صاحب، چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد تھے۔ مقابلہ کے منصفین کے فرائض جناب پروفیسر حسن محمود صاحب پرنسپل (ر) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ (چیف جج)، جناب پروفیسر صفدر علی شاہ صاحب، پروفیسر (ر) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ اور پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب پرنسپل (ر) گورنمنٹ ڈگری کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ نے انجام دیے۔

اس سلسلہ میں جھنگ کے مختلف تعلیمی اداروں کے سربراہان کو اس مقابلہ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی جن میں سے 16 اداروں کے طلباء نے شرکت کی۔ اسٹیج سیکرٹری حاجی محمد منظور انور نے سامعین کو بتایا کہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں اس تقریب کا IDEA جناب پروفیسر ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب، سابق ڈائریکٹر بین الاقوامی اسلامک اقبال ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ اسلام آباد، نے دیا ہے جو تین ہفتے قبل یہاں تشریف لائے تھے۔ ہم نے شاعر مشرق علامہ

محمد اقبال کے کلام کو عام کرنے اوران کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے جھنگ میں بزمِ اقبال کے نام سے ایک گروپ تشکیل دیا ہےاور کچھ پروگرام ترتیب دیے ہیں ان شاءاللہ مستقبل میں بھی اس قرآن آڈیٹوریم میں علامہ محمد اقبال مرحوم کوخراج تحسین پیش کرنے کے لئے اس قسم کی تقریبات منعقد ہوتی رہیں گی۔

تقریب کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز صبح 11:00 بجے تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت جناب حافظ عطاء الرحمٰن صاحب نے حاصل کی۔ جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ گورنمنٹ کالج آف کامرس جھنگ کے ایک طالب علم جناب حبیب اللہ صاحب نے پڑھی۔ مقابلہ کے آغاز سے پہلے جج صاحبان کی طرف سے جناب پروفیسر صفدر علی شاہ صاحب نے شرکاء طلباءاور سامعین کوکلام اقبال کے باترنم اورتحت اللفظ پڑھنے کےقواعد وضوابط سے آگاہ کیا۔اس موقع پر جناب مختار حسین فاروقی صاحب، مہتمم قرآن اکیڈمی جھنگ، نے تمام مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہااور تقریب سعید کے انعقاد کی اہمیت اور اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا۔انہوں نے اپنے افتتاحی کلمات میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے کلام کو عام کرنے اورانھیں خراج تحسین پیش کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تقاریب منعقد کرنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ہماری نوجوان نسل افکار اقبال سے آگاہی حاصل کریں اور کلام اقبال سے بہرہ مند ہوکر اپنے نظریاتی اساس کا تحفظ کرتے ہوئے پاکستان کی تعمیر وترقی میں اپنا بہترین وبھرپور کردار ادا کرسکیں۔

اسٹیج سیکرٹری حاجی محمد منظور انور نے معزز مہمانوں کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ اس تقریب سعید کی صدارت جناب پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اسلم ضیاء صاحب کررہے ہیں وہ پی ایچ ڈی سکالر ہیں جوگورنمنٹ غزالی کالج جھنگ میں تعینات رہے اور پرنسپل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اورآج کل رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد سے منسلک ہیں اور بتایا کہ اس تقریب سعید کے مہمان خصوصی جناب پروفیسر مہر غلام محمد جھگڑ صاحب چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد کسی تعارف کےمحتاج نہیں ہیں، پہلے یہاں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ میں لیکچرر رہے پھر ضلعی حکومت کے دور میں ای ڈی اولٹریسی اورکونسل آفیسر کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے، بعدازاں ڈائیریکٹر کالجز فیصل آباد اور پھر چیئرمین انٹر بورڈ راولپنڈی وگوجرانولہ تعینات رہے اور آج کل بطورچیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن

فیصل آباد تعینات ہیں۔آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ وہ اپنی تمام تر اہم مصروفیات سے وقت نکال کر اس تقریب کے لئے فیصل آباد سے تشریف لائے ہیں۔

اس پروگرام میں جھنگ کے 16 تعلیمی اداروں کے دو دو طلباء کو کلامِ اقبال پڑھنے کا موقع دیا گیا۔طلباء تحت اللفظ اور باترنم اور عمدہ آواز میں کلام اقبال پڑھتے اور شرکاء محظوظ ہو کر تالیوں سے حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔جج صاحبان نے بھی طلباء کو باریک بینی (شعر کی ادائیگی، تلفظ اور تاثر) سے چیک کیا۔مقابلہ کے اختتام پر تینوں جج صاحبان نے باہمی مشورہ کرنے کے بعد متفقہ طور پر جناب محمد سجاد حسین، سیفیہ پولی ٹیکنیکل کالج جھنگ کو اوّل، جبکہ جناب حبیب اللہ صاحب، گورنمنٹ کالج آف کامرس جھنگ کو دوم اور جناب مزمل رضا صاحب، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ کو سوم قرار دیا۔تقریب کے مہمان خصوصی چیئر مین بورڈ آف انٹر میڈیٹ وسیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد۔ پروفیسر مہر غلام محمد جھگڑ صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ اقبال جیسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں اور کہا کہ علامہ اقبال کا نام تو میرے خیال میں باوضو ہو کر لینا چاہیے ان کا کلام ہمارے لیے مشعل راہ ہے، اس محفل میں موجودگی میرے لئے باعث افتخار ہے انھیں اگرچہ مختلف جگہوں پر بیٹھنے بولنے کا موقع ملا مگر مجھے قرآن اکیڈمی جھنگ میں یوم اِقبال کی مناسبت سے آنا بہت ہی اچھا لگا اور یہ میرے لئے مسرت کا باعث ہے۔ مجھے بہت لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کے مواقع ملے مگر یہاں آکر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔نوجوان طلبا ہمارے مستقبل اور ملک کا قیمتی سرمایہ ہیں اور امید ہے کہ وہ ملک وقوم کی باگ ڈور سنبھال کر اس کی تعمیر میں ہم سے زیادہ بہتر حصہ لیں گے اور کہا کہ میں نے اپنی سروس میں حتی المقدور کوشش کی کہ ملک اور قوم کی بہتر انداز میں خدمت کروں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنا فریضہ احسن انداز میں ادا کیا ہے۔انھوں نے تحریک پاکستان کا حوالہ دیا اور کہا کہ قیام پاکستان کے لئے ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیاں دیں اور پاکستان حاصل کیا آزاد ملک پاکستان کا بنانا بڑا مشکل کام تھا مگر ہمارے قائدین نے دن رات ان تھک کوششیں کر کے اسے ممکن بنایا اور کہا کہ ہم اپنے مستقبل اور نئی نسل سے مایوس نہیں ہیں قرآن اکیڈمی کے مشن سے متاثر ہو کر کہا کہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد یہاں وقت دیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اسلم ضیاء صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ علامہ اقبال کی زندگی میں ان پر مخالفین نے بہت سے الزامات لگائے مگر علامہ اقبال نے کہا کہ وہ صرف قرآن

مجیداوراسلام سے متاثر ہیں اورقرآن کے شیدائی ہیں کسی بھی دوسرے نظام سے متاثر ہونے کی سختی سے تردید کی۔ 1923ء میں زمیندار اخبار میں اپنا خط شائع کروایا کہ میں کسی سوشل ازم یا دیگر باطل نظام سے قطعی طور پر متاثر نہیں ہوں بلکہ صرف اور صرف قرآن سے متاثر ہوں وہ داعی الی القرآن بھی تھے۔انھوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایف سی کالج لاہور کے پرنسپل لوکس نے علامہ اقبال سے کہا کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ قرآن کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترے ہیں؟ علامہ نے کہا: میں یقین رکھتا ہوں کہ قرآن کے الفاظ اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں اور میں کیوں یقین نہ کروجبکہ مجھ پر اشعار معنی من جانب اللہ اِلقاء ہوتے ہیں۔جس پر پرنسپل لاجواب ہوگئے۔بچپن میں ان کے والدمحترم نے نصیحت کی تھی کہ قرآن کوایسے پڑھوجیسے یہ کلام تم پراتر رہاہےاس کے بعد سے علامہ قرآن کواس طرح پڑھتے تھے۔وہ قرآن کی تاثیراورتاثر کے قائل تھےاور دونوں پرعمل پیرارہے وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کا حق ہے کہ اس کے احکامات پرعمل کیا جائے اقبال کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ میں ایک نورانی جھلک ہے جس سے نورنکلتا ہےقرآن کی تاثیر بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی اقبال نے اپنی شاعری میں لکھا ہے۔انھوں نے کہا کہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں قرآن فہمی کی تعلیم کا کام جاری ہےہمیں اس سے بھرپوراستفادہ کرنا چاہیے۔

تقریب کے اختتام سے پہلے جناب صدرمجلس نے تمام شرکاءطلباءکواسناداورکتب کے تحائف تقسیم کیے۔اورمہمان خصوصی نے اوّل، دوم اورسوم آنے والےطلباء میں کیش انعام (اوّل -/5000روپے، دوم -/3000روپےاورسوم -/2000روپے) کےعلاوہ اسناداورکتب کا سیٹ بطورتحفہ تقسیم کیے۔اس کے بعد جناب مختار فاروقی صاحب نے مہمانان اور جج صاحبان کو مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی تصانیف کا سیٹ بطورتحفہ پیش کیا۔آخر میں جناب حاجی منظور انور صاحب، کوارڈینیٹر بزمِ اقبال نے تمام شرکاء اور سامعین کا تقریب میں شرکت فرما کر کامیاب بنانے کا شکریہ ادا کیا۔اس کے ساتھ ہی یہ تقریب بوقت 01:15 بجے اختتام پذیر ہوئی۔آخر پر سامعین کوحقوقِ قرآن کے حوالے سے یہ پیغام دیا گیا کہ وہ قرآن مجیدفرقان حمیدکوترجمہ کے ساتھ خودبھی پڑھیں اوراپنے بیوی بچوں اوردوستوں کوبھی یہ پیغام دیں۔اس کے ساتھ یومِ اقبال کی یہ تقریب اختتام پذیرہوئی۔اکیڈمی کی مسجد میں نمازظہرباجماعت ادا کی گئی۔

نعت منعوت صلی اللہ علیہ وسلم

محمد فیاض عادلؔ فاروقی، لندن

محمد ﷺ تو محمد ﷺ ہیں ، سبھی تعریف کرتے ہیں
خدا تعریف کرتا ہے ، نبی تعریف کرتے ہیں

ابوبکر و عمر عثماں علی رضی اللہ عنہم تعریف کرتے ہیں
صحابہ ، اہل بیت اور تابعی تعریف کرتے ہیں

مجدد، مجتہد، مفتی، ولی تعریف کرتے ہیں
مجاہد ، مصلح و کل متقی تعریف کرتے ہیں

سب انساں اُمتی، غیر اُمتی تعریف کرتے ہیں
مرے محبوب کی دل سے بڑی تعریف کرتے ہیں

غرض تعریف کے قابل کی ہی تعریف کرتے ہیں
محمد اور ان کے خُلق کی تعریف کرتے ہیں

الٰہ العالمین اور سب فرشتے بھیج کر رحمت
درودِ پاک جیسی دائمی تعریف کرتے ہیں

خلائق اور موجودات ہیں رطب اللساں رہتے
بُراق و حور و غلمان و پری تعریف کرتے ہیں

عناصر، کہکشاں، سدرہ، اُفق، لوح و قلم، جنت
صبا، بلبل، شفق، شبنم، کلی تعریف کرتے ہیں

شجر دیتے سلامی ہیں، حجر بھی پڑھتے ہیں کلمہ
یہ موسم، یہ فضا، خوشبو بھری تعریف کرتے ہیں

مگر کچھ اہل اُمت جو انہیں کے ہیں، نہیں ان کے
عمل کچھ بھی نہیں کرتے، نری تعریف کرتے ہیں

رہِ سنت سے ہٹ کر، غرق رہ کر شرک و بدعت میں
غلو اور انتہا سے ہی بھری تعریف کرتے ہیں

ملا دیتے ہیں رب سے اور بشر رہنے نہیں دیتے
عجب اِفراط سے پُر نت نئی تعریف کرتے ہیں

نہیں ہیں اُسوۂ حسنہ پہ عامل سب سخن داں بھی
مگر بہر شکوہِ شاعری تعریف کرتے ہیں

رہیں غافل شریعت سے، نہ ہوں عامل طریقت پر
تہی علم و عمل سے کاغذی تعریف کرتے ہیں

کبھی خاکے بنا کر گرچہ ڈھاتے ہیں ستم ظالم
مگر جتنے ہیں عادل آدمی تعریف کرتے ہیں

آئینۂ

حکمت بالغہ

2017ء

سال 2017ء کے تمام شماروں کے مضامین کی فہرست کو یکجا کر کے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں تاکہ تمام مضامین کو ایک نگاہ میں دیکھنے اور کسی مضمون کی تلاش میں آسانی ہو سکے۔

جنوری 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	تحریک پاکستان میں اقبال کا کردار (2)	ڈاکٹر محمد اسلم ضیا	11
5	تقسیم برصغیر میں قائداعظم کا کردار	ڈاکٹر ممتاز عمر	19
6	بسملؔ کا کلام	محمد فیاض عادل فاروقی	30
7	دہشت گردی کی اصطلاح......اُمت مسلمہ میں بے چینی،......	ابوفیصل محمد منظور انور	36
8	خانۂ خدا اور ایجادِ فرنگ	سلیم جاوید	42
9	خاندانی منصوبہ بندی اور علماء	عبدالرشید ارشد	47
10	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا		53
11	انجمن خدام القرآن جھنگ کی سالانہ رپورٹ		56
12	تبصرہ وتعارف کتب		63

فروری 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اعلان بالفور 1917ء	رضی الدین سیّد	13
5	ابلیس کی مجلس شوریٰ	ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ	25
6	تزکیۂ نفس کی ضرورت واہمیت	حافظ محمد مشتاق ربانی	31
7	تہذیب کا گہوارہ، سیرۃ امام المرسلین ﷺ 9	ساجد محمود مسلم	34
8	انجمن اقوامِ متحدہ......گپیں لگانے کا کلب	ابوفیصل محمد منظور انور	43

9	اہل علم کے تاثرات		49

مارچ 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	امام الناس، سیرۃ امام المرسلین ﷺ 10	ساجد محمود مسلم	11
5	کشمیر کی آزادی کا خواب پورا ہو کر رہے گا	ابو فیصل محمد منظور انور	20
6	دنیا میں مستقبل کا نظام حکومت	محمد رشید عمر	26
7	اسلام اور گلوبلائزیشن	پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی	33
8	مدیر کے نام		53
9	تبصرہ و تعارف کتب		63

اپریل 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	......ایک امریکی فرضیت و نا گزیریت	پروفیسر عون محمد سعیدی	10
5	دیوبند و بریلی: اختلافات سے مشترکات تک	سراج الدین امجد	19
6	اقبال_پیغامبر حرکت و حرارت	صلاح الدین	31
7	یا اللہ! کوئی نیک حکمران عطا فرما!	مولانا محمد انور چیمہ	43
8	ردّ الفساد	محمد فہیم	52
9	مکہ مکرمہ کی مرکزیت و اہمیت......	محمد منظور انور	59
	......امریکہ کا اعترافِ شکست		61
	قرآن فہمی کورس کے شرکاء کے تاثرات		63

مئی 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	میلاد الرّسول ﷺ	ساجد محمود مسلم	11
5	دوبئی اور گوادر کا مستقبل؟	محمد نذیر یٰسین	26
6	ملت اسلامیہ کی عملی زندگی کے ہمہ جہت انحطاط کے علاج کا نسخہ	عبدالرشید ارشد	36
7	برطانیہ میں قبولِ اسلام پر ایک نظر		47

7	حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے	محمد منظور انور	51
9	THINGS THE MUSLIMS INTRODUCED TO THE WORD		64

جون 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	5
4	بصری مشاہدہ اور نظری حقیقت 3	انجینئر مختار فاروقی	10
5	راہِ نجات	انجینئر مختار فاروقی	32
6	طبع آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے	محمد منظور انور	47
7	سیرۃ امام المرسلین ﷺ 12	ساجد محمود مسلم	51
8	25 روزہ کورس کے شرکاء کے تاثرات		61

جولائی 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ ملک شام کی بدامنی کا مستقبل؟	انجینئر مختار فاروقی	6
4	سلطنت عثمانیہ کی شکست و ریخت کی کہانی	تزئین حسن	15
5	یورپ بیداری سے پہلے	مولانا محمد واضح رشید ندوی	28
6	انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات	رشید عمر	39
7	اسلامی دنیا کی قیادت کہاں ہے؟	محمد منظور انور	46
8	سیرۃ امام المرسلین ﷺ کی اشاعتوں پر تاثرات		50
9	تبصرہ وتعارف کتب		59

اگست 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ ملک شام کی بدامنی کا مستقبل؟ (2)	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اُمت مسلمہ کی اسلام سے غداری......	ڈاکٹر فیروز کمال	16
5	حقیقتِ قربانی	انجینئر مختار فاروقی	20
6	فکر اقبال کی روشنی میں علم کے ذرائع	ڈاکٹر طالب حسین سیال	43
7	بدترین مذہبی گلوبل دہشت گردی	رشید احمد انگوی	52
8	فیس بک کا بائیکاٹ............	محمد منظور انور	55
9	قرآن اکیڈمی جھنگ کے زیر اہتمام سیمینار	عبدالمجید کھوکھر	58

	تبصرہ وتعارف کتب		61

ستمبر 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو۔ملک شام کی بدامنی کا مستقبل؟(3)	انجینئر مختار فاروقی	5
4	سیمینار:فکر اقبال کی روشنی میں......افتتاحی کلمات	انجینئر مختار فاروقی	18
5	سیرتِ امام المرسلین ﷺ (13)	ساجد محمود مسلم	24
6	عدالت کا تاریخی فیصلہ اور اس کے اثرات	محمد فہیم	37
7	71واں یومِ آزادی..................	محمد منظور انور	41
8	فیشن دیوتا کے چرنوں میں	عافیہ مقبول جہانگیر	45
9	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان(2)	حافظ مختار احمد گوندل	54
10	تبصرہ وتعارف کتب		63

اکتوبر 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	پاکستان میں دہشت گردانہ سرگرمیوں کے اسباب کا جائزہ اور حل	پروفیسر عبدالخالق سہریانی	11
5	فکر اقبال کی روشنی میں نظامِ تعلیم کے خدوخال	ڈاکٹر محمد حسین	17
6	سیرتِ امام المرسلین ﷺ (14)	ساجد محمود مسلم	28
7	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان(3)	حافظ مختار احمد گوندل	41
8	الیکشن اور دینی جماعتیں	محمد فہیم	51
9	روہنگیا کے مظلوم مسلمان.......	محمد منظور انور	56
	تبصرہ وتعارف کتب		61

نومبر 2017ء خصوصی اشاعت:بادشاہ،پرنس،ارب پتی یادرویش حکمران

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		7
3	باب1	انجینئر مختار فاروقی	9
4	باب2		19
5	باب3		35
6	باب4		63
7	باب5		133

8	باب6	187
9	باب7	211
10	باب8	221
11	باب9	229
12	باب10	247

دسمبر 2017ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو، گزشتہ چند ہفتوں کی اہم خبریں......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	فکرِ اقبال کی رشنی میں نظامِ تعلیم کے خدوخال	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	13
5	مصور پاکستان اور حب رسول ﷺ......	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	25
6	مقدس شخصیات کی توہین، مذہبی دہشت گردی......	محمد زاہد سعید بھٹہ	34
7	نیولبرل ازم، سرمادارانہ نظام کی بدترین قسم	عمر ابراہیم	37
8	محسن انسانیت نبیٔ رحمت ﷺ	محمد منظور انور	42
9	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان (4)	حافظ مختار احمد گوندل	47
	رپورٹ، کلامِ اقبال باترنم اور تحت اللفظ......		57
	آئینۂ حکمت بالغہ 2017ء		62

اپنی طرز کا پہلا اور منفرد مجلّہ

سہ ماہی "الزیتون" نوشہرہ

زیرِ سرپرستی: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی

مدیرِ اعلیٰ: مولانا محمد قاسم حقانی   مدیر: مولانا نور اللہ فارانی

......علمی، ادبی کتابوں کا تعارف ......جدید مطبوعات پر تبصرے

......مشاہیر کے تبرکات ونوادِر اور مکاتیب

فی شمارہ 50 روپے............سالانہ زرِتعاون: 200 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ کے پی کے 0301-3019928--0346-4010613

فِیُ مَدُحِ النَّبِیّ ﷺ

نعت

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے ربّ دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

دَسے صورت راہ بے صورت دا
توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجھت دا
کوئی وِرلیاں موتی لے تریاں

مراۃ العرفان

کلامِ منظوم حضرت سیّد پیر مہر علی شاہؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

کی ایک اور

خصوصی اشاعت

نومبر 2017ء

بادشاہ، پرنس اور ارب پتی
یا
درویش حکمران

منصۂ شہود پر آ چکی ہے

شیخ قبیلہ، نمبردار، تمن دار، منصب دار، بادشاہ، ولی عہد اور شہزادے اجتماعیت کی تاریخ کے نمایاں عنوان ہیں۔ تاہم تاریخ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ سب سے زیادہ انسان دوست، علم دوست اور اخلاق دوست حکمران درویش حکمران ہی ثابت ہوئے۔

محدود تعداد میں دستیاب ہے صفحات:280 زرتعاون:300روپے

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

سیّدنا حضرت محمد ﷺ

محسن انسانیت، رحمت للعالمین، خاتم النّبیین والمرسلین کی سیرت و پیغام کا تذکرہ،
تفہیم اور تشہیر ایسا مسحور کن نغمہ ہے جو کسی فصل گل و لالہ اور موسم کا پابند نہیں تاہم اس
میں ہر سال ماہ ربیع الاوّل میں جزر کے بعد مد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے

اسی مناسبت سے 12 ربیع الاوّل 1439ء کو

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سیمینار

منعقد ہو رہا ہے

ان شاء اللّٰہ العزیز

19 ربیع الاوّل 1439ء   8 دسمبر 2017ء بروز جمعہ

پروگرام: 11:00 بجے صبح تا 01:00 بجے

اس پروگرام میں ذوق وشوق کے ساتھ شرکت کی اپیل ہے

نوٹ: نمازِ جمعہ :1:15 بجے جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں ادا کی جائے گی

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر